



جامعة التقوى الہو
کاترجمان

دَارُ التَّقْوَىٰ

ریاض الثانی ۱۴۳۲ھ / نومبر 2022ء

- ◆ آپ بہترین امت ہیں
- ◆ سرمایہ موسوں کے لیے موسم بہار
- ◆ امام قاضی ابو یوسفؓ
- ◆ عاریت: استعمال کے لیے چیز لینا
- ◆ غبیبت: ایک معاشر تی ناسور
- ◆ سمارٹ فون: اخلاق رذیلہ کا سرچشمہ



امیر اللہ آپ حضرات کی بھرپور عاذل اور پر خلوص تقدیم کی بدولت پڑھی میں کیم جون بر فرد بھ کو ایک عظیم الشان دارالقرآن کا نگنگ بنیاد رکھ دیا گیا ہے جہاں مشرب شعبہ حفظہ کا سعی بنیاد پر تنظیم ہو گا۔ اداہا اس ثقہت پر اللہ تعالیٰ کا شکر کر زار ہے اور آپ حضرات سے مزید عاذل اور تقدیم کا طلب گارہ ہے

دارالقرآن

MODELQ ARCHITECTS & INTERIOR DESIGNERS

گاشن راوی برائج
کاؤنٹر ٹائل: ۱۵۹
برائج نمبر: ۱۰۰۱۸۲۰۶۶۰۰۰۱
DARUL TAQWA TRUST
MIB

ترجمان جامعہ دارالتقویٰ لاہور

ماہنامہ دارالتقویٰ لاہور

حضرت اقدس و اکرم مفتی عبدالواحد صاحب

بدعاۓ

شمارہ 4

ریج اثنی۱۳۴۲ھ / نومبر 2022ء

جلد 12

مجالس مشاورت

- حضرت مولانا ناثان صاحب
- حضرت مولانا ناصر شیریڈ صاحب
- حضرت مولانا جبیل الرحمن صاحب

مجالس ادارت

- مفتی محمد اسماعیل صاحب
- مولانا ذوالکفل صاحب

حضرت مولانا یوسف خان صاحب مظلہ

نیپر سرپرستی

حضرت مولانا اویس احمد صاحب مظلہ

مدیر

مولانا عبدالودود ربانی صاحب

مدیر مسئول

Email Address

Monthlydarultaqwa@gmail.com

اس دائرے میں سرخ نشان
مدت خریداری کے ختم ہونے کی ملامت ہے

فی شمارہ: 50 روپے
سالانہ بدل خرچ: 600 روپے

مطبع: شرکت پرنٹنگ پریس

خط و کتابت کا پتہ

دفتر ماہنامہ دارالتقویٰ جامع مسجد الہمال چوہری پارک لاہور

فون نمبر: 0304-4167581 04235967905
سالانہ رسالے کے اجراء کے لیے مذکورہ پتہ پر مفتی آرڈر کریں

مقام اشاعت

جامع مسجد الہمال
چوہری پارک لاہور

بینک اکاؤنٹ نمبر

1591001820660001

ٹائشل اکاؤنٹ دارالتقویٰ ٹرست
ایم آئی بی (مسلم کرشن بینک)

ماہنامہ دارالتقویٰ لاہور

فہرست

نومبر 2022ء

حرف اولیں

5 مولانا عبدالودود بانی صاحب

علمی تبلیغی اجتماع رائے و منڈ

10 مولانا عاشق احمد بن شهری

آپ بہترین امت ہیں

مقالاتِ مضایاں

12 مولانا عبد الرشید طلحہ نعمانی

سرماہ مون کے لیے موسم بہار

18 انتخاب: مولانا عبدالودود بانی

امام قاضی ابو یوسف^ر

23 مولانا شیخ نعمان

عاریت: استعمال کے لیے چیز لینا

29 محمد نعمان خلیل

حضرت سیدنا حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ

37 مولانا محمد طارق نعمان

غیبت: ایک معاشرتی ناسور

42 مولانا خورشید عالم قادری

چھوٹ: معاشرے کو تباہ و بر باد کر دیتا ہے

49 فیروز عبداللہ میمن

سماڑ فون اخلاقی رذیلہ کا سرچشمہ

53 مولانا زواکلف صاحب

سوائچ سوانح حضرت حاجی عبدالواہاب صاحب^ر

57 مولانا زواکلف صاحب

تبصرہ کتب

60 دارالافتاء وتحقیق

مسائل آپ کے مسائل اور ان کا حل

حرف اولیں

علمی تبلیغی اجتماع رائے و نڈ

تبلیغی جماعت کو اگر دور حاضر میں دین کی دعوت، عام مسلمان کو دین کی طرف واپس لانے اور اصلاح و ارشاد کی تجدیدی تحریک کا نام دیا جائے تو غلط نہ ہوگا، اس تحریک کا آغاز شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی حنفیہ کے ماہنماز شاگرد حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی حنفیہ کے ہاتھوں ہوا اور یہ ان کے خلوص ولہبیت کا شمرہ ہے کہ کم پیش دنیا کا کوئی حصہ بھی دعوت و تبلیغ کی اس مبارک جدوجہد کی تگ و تاز سے خالی نہیں ہے۔ حضرت مولانا محمد الیاس دہلوی حنفیہ نے اپنے کام کا ڈھانچا اخلاص کی بنیاد پر اٹھایا تھا اور یہاں تک کہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ! ”اس کام کو کرامات کی بنیاد پر نہ چلا یئے گا۔“ اس جدوجہد کا بنیادی ہدف عام مسلمان کو مسجد کے ساتھ جوڑنا اور عمومی سطح پر دنی ماحول کو زندہ کرنا ہے جس کے اثرات و ثمرات دن بدن پھیلتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ یورپ اور افریقہ کے وہ علاقے جہاں پورے ملک میں چند مساجد میں ہوا کرتی تھیں، وہاں جماعت کی محنت کو اللہ نے ایسا قبول فرمایا کہ آج سینکڑوں مساجد ہیں اور ایسے افراد کی تعداد ہزاروں میں ہے جو عیسائی اور قادیانی جماعتوں کے جمل و فریب کا شکار ہو کر گراہ ہو گئے تھے، جماعت کی محنت سے دوبارہ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔

پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں اسلام اور اس کی شریعت کا جو پیغام لے کر آئے اس کو دوسروں تک پہنچانے میں آپ نے اپنی پوری زندگی صرف کر دی۔ آپ نے اس کا ایک اعلیٰ نمونہ پیش کیا۔ اور نبوت کی ۲۳ سالہ زندگی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک ایسی جماعت تیار فرمادی جس نے اسلام کے پیغام کو اکناف عالم میں پہنچا دیا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد یہ فریضہ آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین انجام دیتے رہے۔ اسی طرح پیغام نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نسلًا بعد نسل آگے والوں کو منتقل ہوتا گیا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم

اس دنیا میں خاتم الانبیاء والرسلین بناؤ کر بھیجے گئے آپ کے بعد کوئی نبی یا رسول آنے والا نہیں ہے۔ یعنی آپ کی ذات نبوت و رسالت کی آخری کڑی ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ کوئی ایسی جماعت ہو جو شریعت محمدی ﷺ کی دعوت و تبلیغ کا کام انجام دیتی رہے۔ آخری خطبہ میں آپ ﷺ نے پورے مجمعِ عام سے گواہی بھی لی کہ تم سب اس بات کے گواہ رہنا کہ مجھ پر تبلیغِ دین کی جو ذمہ داری تھی، میں نے اسے ادا کر دیا ہے فلی بلغ الشاهد الغائب۔ اسی طرح آج دنیا کے عام انسانوں تک اس ہدایت کو پہنچانے کی یہ ذمہ داری ہم مسلمانوں پر عائد ہوتی ہے۔ غور کیجیے! کیا امت مسلمہ پوری دنیا کو مخاطب کر کے کہہ سکتی ہے کہ اے دنیا والو! تم سب گواہ رہنا کہ اللہ تعالیٰ نے بھیثیت امت مسلمہ ہم پر تبلیغِ دین کی جو ذمہ داری ڈالی تھی، وہ ذمہ داری ہم نے ادا کر دی ہے۔ پوری دنیا تو کیا ہم اپنی بستی یا قرب و جوار کے غیر مسلم باشدوں کو مخاطب کر کے بھی ایسا نہیں کہہ سکتے، کیوں کہ ہم نے مطلوب انداز میں ان تک دین کی بات پہنچائی، ہی نہیں ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب کسی کو حاکم یا گورنر بناؤ کر بھیجتے تھے تو یہ تاکید فرماتے کہ ”آپ کی رعایا مسلمان ہو یا ذمی ہر ایک کے سامنے آپ اسلام کا تعارف کرائیں اسلامی محاسن اور بشارتیں بیان کریں اور انہیں دینی امور سکھائیں“۔ دعوت و تبلیغ مسلمانوں کے دینی فرائض میں سے ہے اور قرآن و سنت میں اس کے مختلف پہلوؤں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے اسے امت مسلمہ کا مقصد وجود بتایا کیا گیا ہے۔ یہ امت مسلمہ کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ علماء اور امت کے باشمور طبقہ پر بالخصوص فرض ہے کہ وہ دعوتِ دین کا کام انجام دیں۔ تبلیغِ دین کا مشن ہر زمانے میں جاری رہا ہے اور موجودہ حالات میں بھی اس کی اتنی ہی ضرورت ہے۔ نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے اور آپ کے امتی کے مشن کو بیان کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: قُلْ هذِهِ سَبِيلٌ أَدْعُوا إِلَى اللَّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشَرِّكِينَ۔ (یوسف: 108) (اے نبی) آپ کہہ دیجیے یہ میرا راستہ ہے، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں بصیرت کے ساتھ، میں اور میرے ساتھی بھی۔ اللہ پاک ہے اور شرک کرنے والوں سے میرا کوئی واسطہ نہیں۔ یہی امت کا اصل مشن ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ امت مسلمہ میں ہر دور میں کم از کم ایک ایسی جماعت کا وجود ضروری ہے جو عام لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلْتَكُنْ

مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَا مُرْسَلُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَا عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔ (آل عمران: 104) ترجمہ: ”تم میں کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہونے چاہئیں جو نیکی کی طرف بلا نیکی، بھلاکی کا حکم دیں اور برائیوں سے روکتے رہیں۔ جو لوگ یہ کام کریں گے وہی فلاح پائیں گے۔“
 معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے اندر ضرور بالضرور ایک ایسی جماعت ہونی ہی چاہیے جو لوگوں کو خیر و بھلاکی کی دعوت دے، معروف کا حکم کرے اور منکر سے روکے۔ اسلام شخصی، علاقائی یا نسلی دین نہیں ہے بلکہ عالمگیر دین ہے، جس کی دعوت اور خطاب کا دائرة پوری نسل انسانی کا احاطہ کیے ہوئے ہے، ہر مسلمان کی یہ ذمہ داری قرار دی گئی ہے کہ وہ نجات و فلاح کے حوالے سے صرف اپنی ذات کی فکر تک محدود نہ رہے بلکہ اپنے ارادگرد کے ماحول اور درجہ پر درجہ پوری نسل انسانی کی فکر کرے۔ خاندان کے بعد سوسائٹی اور ارگرڈ کا ماحول ایک مسلمان کی ذمہ داریوں میں شامل ہو جاتا ہے اور قرآن و سنت میں تمام مسلمانوں کو اس امر کا ذمہ دار قرار دیا گیا ہے کہ وہ ایک دوسرے کو معروف کی تلقین کریں اور منکر سے باز رکھنے کی کوشش کریں، نبی اکرم ﷺ کے ارشاد کا مفہوم ہے کہ: ”جب معاشرے کی یہ کیفیت ہو جائے کہ اس میں گناہوں کا ارتکاب تو ہورہا ہو مگر زوک ٹوک کا کوئی نظام باقی نہ رہے تو وہ معاشرہ مجموعی طور پر عذاب خداوندی کا مستحق ہو جاتا ہے“۔ اس لیے اللہ نے اپنے خلیفہ کی حیثیت سے دنیا کی قیادت و سیادت، قوم و ملت کی رہنمائی و نگرانی اور امر بالمعروف اور نحری عن المنکر کے فریضہ کو انجام دینے کے لیے اس امت کو پیدا فرمایا۔ اسی کام و عمل اور فریضہ کی وجہ سے اللہ نے قرآن کریم میں اس امت کو خیر الامم کے معزز لقب سے خطاب فرمایا، ارشاد خداوندی ہے: كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَا عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لِّهُمْ مِنْهُمْ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ۔ (القرآن: سورۃ آل عمران: ۳، آیۃ: ۱۱۰) ترجمہ: ”تم ہو بہتر سب امتوں سے جو صحیحی گئی عالم میں، حکم کرتے ہو اچھے کاموں کا اور منع کرتے ہو بُرے کاموں سے اور ایمان لاتے ہو اللہ پر“

یوں تو یہ کام الحمد للہ ایک جیڈ عالم دین حضرت مولانا الیاس دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تجدیدی فکر اور کڑھن

سے شروع ہوا اور اس کام کو اکابر علماء کرام کی بھرپور تائید و نصرت حاصل رہی۔ مثلاً حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا شاہ عبدالقار رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا منظور احمد نعمنی رحمۃ اللہ علیہ اور پھر ان اکابر کے خلفاء کرام غرض سب کی پشت پناہی اس جماعت کے ساتھ رہی اور ساتھ کیوں نہ ہوتی دراصل یہ کام ہے ہی علماء کرام کے کرنے کا اس لیے علماء کرام سے خصوصاً اور عوام انسان سے یہ درخواست کی جاتی ہے کہ درس و تدریس اور دوسرا علمی مشغولیت کے ساتھ ساتھ اپنے مخلوقوں کی جماعتوں میں جڑتے رہیں۔ اور سال میں تھوڑا بہت وقت فارغ کر کے دعوت و تبلیغ کو ضرور دیں، اگر علماء اس اہم ذمہ داری کو پوری طرح اٹھالیں تو جماعتوں میں جو ہر قسم کے عامی مسلمان ہوتے ہیں، ان کی گمراہی، اصلاح اور تربیت ہوتی چلی جائے گی۔ افراط و تفریط سے بچنے کے لیے بزرگوں کی یہ خواہش ہے کہ علماء کرام کی سرپرستی میں کام ہو، کیوں کہ اگر علماء کرام اس نبوی کام کو اپنی ذمہ داری سمجھیں اور اس کی سرپرستی فرمائیں تو یہ مبارک محبت افراط و تفریط سے بچے گی اور اعتدال کی راہ پر گامزد رہے گی۔ اسی بھولے ہوئے سبق کی یاد دہانی کے لئے ہر سال رائے و نڈ میں علمی تبلیغ اجتماع منعقد ہوتا ہے، جس میں دنیا بھر سے افراد کثیر تعداد میں شرکت کرتے ہیں۔ دعوت و تبلیغ کی محنت کو ملتی ہوئی پذیرائی اور شرکاء کے بے پناہ رش کی وجہ سے گذشتہ کچھ سالوں سے بزرگوں نے اجتماع کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا ہے، اجتماع کا پہلا مرحلہ 3 نومبر بروز جمعرات بعد نماز عصر سے شروع ہوگا، 6 نومبر بروز اتوار کو دعا ہوگی۔ اس پہلے حصے کے اجتماع میں حلقة نمبر 1 لاہور، حلقة نمبر 6 پشاور، حلقة نمبر 11 ملتان اور حلقة نمبر 18 کوئٹہ اور ان حلقوں میں شامل باقی اضلاع، تحصیلیں، دیہات، گاؤں اور ذیلی مراکز شریک ہونگے۔ اجتماع کے دوسرے مرحلے کا آغاز 10 نومبر کو ہوگا اور 13 نومبر کو دعا ہوگی جس میں حلقة نمبر 4 فصل آباد، حلقة نمبر 7 سوات، حلقة نمبر 10 ڈیرہ اسماعیل خان اور حلقة نمبر 15 کراچی شریک ہونگے۔ مذکورہ حلقوں کے اندر آنے والے اضلاع، تحصیلیں، دیہات، گاؤں کے علاوہ ان کے ذیلی مراکز شریک ہوں گے۔

مندرجہ بالا اضلاع کے عوام کو دعوت دی جاتی ہے کہ اس اجتماع میں نہ صرف خود جو ق در جو ق

شرکت فرمائیں بلکہ اس کی خوبی دعوت چلا گئیں لوگوں کو اجتماع میں شرکت کرنے کے لئے تیار کریں بہتر ہو گا کہ اپنے اپنے علاقوں اور شہروں سے اجتماعی نظم کے ساتھ شرکت کی صورت بنائیں۔ مزید یہ کہ کورونا وبا کے اس ماحول میں اجتماع کا منعقد ہونا اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے، لہذا ہم پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم ہر قسم کی احتیاط کو ملحوظ خاطر رکھیں، حکومتی ہدایات اور حکمہ صحت کی طرف سے جاری کردہ ایں اور پیز پر سختی سے عمل کرتے ہوئے اجتماع گاہ تشریف لا گئیں۔ اللہ تعالیٰ اس اجتماع کو اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائے اور ہر قسم کے شرود و فتن سے اس کی حفاظت فرمائے۔ (آمین)

ہمیشہ کی طرح اس بار بھی ہزاروں کی تعداد میں جماعتیں دنیا کے طول و عرض میں اللہ کے دین کا پیغام لے کر روانہ ہوں گی، خوش نصیب ہیں وہ حضرات جو اپنی جان مال اور وقت کی قربانی کے ساتھ کم و بیش اوقات کے لئے اپنی اور امت کی اصلاح کی فکر اور غیروں کو دین اسلام کی طرف متوجہ کرنے کے سچے جذبے کے ساتھ اپنے گھروں کی آسائشوں کو خیر باد کہہ کر اکناف عالم میں پھیل جائیں گے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ اس محنت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر چہار سوہدا یت کی ہوائیں چلائے اور کرتہ وارض سے کفر والحاد کا خاتمہ ہو، باری تعالیٰ آنے والے اجتماع کو شریروں کے شر، مفسدین کے فساد اور حاسدین کے حسد سے محفوظ رکھے اور امت کے لئے ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ آمین یا رب العالمین۔

والسلام

عبدالودود ربانی

مدیر مسؤول

آپ بہترین امت ہیں

مولانا عاشق الہی بند شہری

اعوذ بالله من الشیطان الرجیم

بسم الله الرحمن الرحيم

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجْتُ لِلَّنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَوْلَا إِمَانَ أَهْلِ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لِّلَّهِمَّ مِنْهُمْ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمْ
الْفُسِقُونَ۔

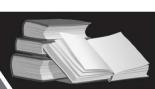
ترجمہ:

تم سب امتوں سے بہتر امت ہو جو نکالی گئی لوگوں کے لیے بھلائی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو، اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو ان کے لیے بہتر ہوتا ان میں سے بعض مومن ہیں اور اکثر ان میں سے فرمانبرداری سے باہر ہیں۔

تفسیر:

امت محمدیہ کی امتیازی صفات

اس آیت شریفہ میں امت محمدیہ کو (خیْر أُمَّةٍ) فرمایا ہے اور اس امت کا نبی بھی خیر الانبیاء اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ جس کا آیت (لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّ) میں ذکر فرمایا ہے، نیز آنحضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اتنا سید ولاد ادم یوم القیامہ کہ میں قیامت کے دن آدم کی تمام اولاد کا سردار ہوں گا (رواه مسلم ۲۴۵: ح ۲) نیز آپ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن میں آدم کی تمام اولاد کا سردار ہوں گا اور بطور فخر کے نہیں کہہ رہا ہوں اور میرے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہو گا اور بطور فخر کے نہیں کہہ رہا ہوں اور اس دن آدم ہوں یا ان کے علاوہ کوئی اور نبی ہوں سب میرے جہنڈے کے نیچے ہوں گے اور میں



سب سے پہلا وہ شخص ہوں گا جس سے زمین پھٹے گی (یعنی قبر سے سب سے پہلے ظاہر ہوں گا) اور میں بطور فخر کے نہیں کہہ رہا ہوں۔ (رواہ الترمذی کما فی المشکوٰۃ صفحہ ۵۱۳)

سنن ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آیت (كُنْثُمْ خَيْرُ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ) کی تلاوت فرمائی پھر فرمایا کہ سترویں (۷۰) امت کو پورا کر رہے ہو تم سب امتوں سے بہتر ہو اور اللہ کے نزدیک سب امتوں سے بڑھ کر اکرم ہو، اس امت کو خیر الامم بتاتے ہوئے اس کے اوصاف بھی بتا دیے اور وہ یہ کہ تم بھلا نیوں کا حکم دیتے ہو اور برائیوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ معلوم ہوا کہ اس امت کا طرہ امتیاز امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ امت کا ہر فرد اس کام میں لگے البتہ اس میں تفصیلات ہیں کہ کبھی فرض عین ہوتا ہے کبھی فرض کفایہ کبھی واجب اور کبھی سنت۔ روح المعانی (صفحہ ۲۸: ج ۴) میں حضرت عمر بن الخطاب کا قول نقل کیا ہے انہوں نے فرمایا: يَا أَيُّهَا النَّاسُ مَنْ سَرَّ اللَّهُ أَنْ يَكُونَ مِنْ تَلْكُمُ الْأَمَّةِ فَلِيَوْدُ شَرْطَ اللَّهِ تَعَالَى وَاشَارَ بِذِالِكِ إِلَى قَوْلِهِ سَبَحَانَهُ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔

گزشتہ رکوع میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی فضیلت اور ضرورت اور اہمیت بیان ہو چکی ہے اس کو دوبارہ دیکھ لیا جائے یہاں یہ بات بیان کرنے کی ضرورت ہے کہ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَكُوْلُّ مَوْلَٰٰ کیا جبکہ ایمان ہر عمل سے مقدم ہے اور ہر عمل کے قبول ہونے کے لیے شرط ہے۔ صاحب روح المعانی نے اس سلسلہ میں ایک بات لکھی ہے وہ یہ ہے کہ مقصود بالبیان اس جگہ پر چونکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے اس لیے ان دونوں کو مقدم کیا۔ لیکن پھر ایمان کا تذکرہ بھی فرمادیا ہے کہ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ اس لیے فرمایا کہ آگے اہل کتاب سے جو کلام متعلق ہے اس سے مرتبط ہو جائے۔

اکثر اہل کتاب فرمانبرداری سے خارج ہیں

اہل ایمان کا ذکر فرمایا: (وَلَوْ أَمِنَ أَهْلُ الْكِتَابَ لَكَانَ حَيْرَالَّهُمْ مِنْهُمْ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمْ الْفَسِقُونَ) اس سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے تشریف لانے کے بعد آپ سے پہلے جس کسی نبی یا جس کسی کتاب سماوی پر کسی کا ایمان تھا یا اب ہے وہ معتبر نہیں ہے جب تک کہ نبی آخر الزمان ﷺ پر ایمان نہ ہو۔ پھر فرمایا اہل کتاب میں بعض مومن ہیں جیسے عبداللہ بن سلام اور بعض دیگر اہل کتاب (جنہوں نے حق کو قبول کیا اور دنیاوی منافع نے ان کو حق سے نہیں روکا) اور اہل کتاب میں اکثر اللہ کی فرمانبرداری سے خارج ہیں، یعنی کافر ہیں۔



سرما: مومن کے لیے موسم بہار

مولانا عبدالرشید طلحہ نعمانی

صاحب مضمون انڈیا کے مشہور عالم دین، ماہنامہ دارالعلوم دیوبند کے مستقل مضمون نگار اور کتب کشیہ کے مصنف ہیں۔ موسم سرما کا آغاز ہو چکا ہے، ٹھنڈی اور تن بستہ ہوا وہ سے محفوظ رہنے کے لیے لوگ مختلف اساباب و وسائل اختیار کر رہے ہیں اور ہر کوئی اپنی حیثیت و سمعت کے مطابق گرمی حاصل کرنے کے لیے انتظامات کرتا نظر آ رہا ہے۔ اس کائناتِ رنگ و بو میں اللہ رب العزت کی تخلیق کے بے شمار مظاہر میں سے موسموں کا تغیر و اختلاف بھی قدرت کی عظیم نشانی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تعریف و تعارف کی مصلحت سے جہاں انسانی مزاج و طبیعت، رنگ و نسل اور خاندان و قبیلے میں اختلاف رکھا ہے، وہیں سال کے موسموں میں بھی تنواع اور رنگارنگی و دیخت فرمائی ہے۔ مفسر قرآن حافظ ابن کثیر رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ "يُقْلِبُ اللَّهُ الْلَّيْلَ وَالنَّهَارَ" کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ پاک دن و رات میں تصرف کرتا ہے چنانچہ اس کو لمبا کرتا اور اس کو چھوٹا کرتا ہے، یہاں تک کہ دونوں برابر ہو جاتے ہیں، پھر جو لمبا تھا وہ چھوٹا ہونا شروع ہو جاتا ہے اور جو چھوٹا تھا وہ لمبا ہونے لگتا ہے، اور اللہ ہی اپنے حکم، اپنی طاقت، غلبہ اور علم سے ان میں تبدیلی لاتا ہے، بلاشبہ اس میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کی دلیل ہے" (تفسیر ابن کثیر)

قرآن مجید سمیت دیگر آسمانی کتابوں میں گرد و پیش کے واقعات، تغیر پذیر حالات اور حوادث زمانہ سے سبق حاصل کرنے کی دعوت دی گئی ہے، جگہ جگہ انسان کو مختلف اسالیب میں تفکر و تدبر کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ آسمان و زمین کی پیدائش، شب و روز کی گردش اور موسموں کے تغیر نیز خود اپنی تخلیق و آفرینش پر غور کرے تاکہ کائنات کے مخفی و سربراہ راز اُس پر آشکار ہو سکیں۔ قرآن مجید نے بندہ مومن کی بنیادی صفات و

شراکط کے ضمن میں جو اوصاف ذکر کیے ہیں اُن میں آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں تفکر (Cosmology) کو بنیادی اہمیت دی گئی ہے۔ قرآن حکیم نے آئندیل مسلمان کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: بیشک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور شب و روز کی گردش میں عقل سليم والوں کے لیے (اللہ کی قدرت کی) نشانیاں ہیں۔ یہ لوگ ہیں جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر (بھی) اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق (میں کا فرماؤں کی عظمت اور حسن کے جلوؤں) میں فکر کرتے رہتے ہیں۔ (پھر اُس کی معرفت سے لذت آشنا ہو کر پکارا ٹھتے ہیں) اے ہمارے رب! تو نے یہ (سب کچھ) بے حکمت اور بے تدیر نہیں بنایا۔ تو (سب کوتا ہیوں اور مجبوریوں سے) پاک ہے، ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچائے۔ (آل عمران، 190:3، 191) بحیثیت مسلمان ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم زندگی کے شب و روز اور ماہ و سال کی تبدیلی سے عبرت حاصل کریں، اور یہ جان لیں کہ وہ اللہ کتنا طاقت و قدرت والا ہے جو دن و رات میں تبدیلی کرتا ہے اور موسموں کو ادائی بدلتا ہے۔ نیز ہم اس بات پر بھی غور کریں کہ اگر دنیا میں ہمیشہ ایک ہی موسم اور ایک ہی درجہ حرارت و برودت رہے تو ہر طرف انتشار برپا ہو جائے، بد مزگی اور بے رنگی پیدا ہو جائے، وقت گزرنے کا احساس ختم ہو جائے اور رنج کی کیفیت کبھی راحت میں بد لنہ نہ پائے۔ غور کیا جائے تو سال کے ان بد لئے موسموں میں بندہ مؤمن کے لئے اس کے ایمان و اعمال، رہن سہن، چال ڈھال اور تبدیلی و انقلاب سے متعلق سبق آموزی کے ایسے مظاہر موجود ہیں۔ جن میں غور و خوض کر کے وہ دنیا اور آخرت سنوار سکتا ہے، البتہ اکثر لوگ ان چیزوں سے ناواقفیت کی بناء پر بغیر عبرت و موعظت کے ہر موسم یوں ہی سرسری گزار دیتے ہیں۔

امام احمد رضی اللہ عنہی نے اپنی منسد میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہی کی حدیث ذکر کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جاڑا مؤمن کے لیے بہار کا موسم ہے۔ امام تیہقی وغیرہ نے اس روایت میں یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ اس موسم کی راتیں لمبی ہوتی ہیں تو مؤمن ان میں قیام کرتا ہے اور دن چھوٹے ہوتے ہیں تو مؤمن ان میں روزہ رکھ لیتا ہے۔ (مسند احمد و تیہقی) سردیاں مؤمن کے لیے موسم بہار اس وجہ سے ہیں کہ مؤمن اس موسم میں عبادتوں کے باغات میں خوب میوے کھاتا ہے، ریاضت کے میدانوں کی سیر کرتا ہے، جیسا کہ

موئشی موسم بہار کی چراغاں میں چرتے ہیں تو وہ موٹے ہو جاتے ہیں اور اپنے جسموں کی اصلاح کر لیتے ہیں اسی طرح مؤمن کے دین کی بھی سردیوں میں ایسی طاعت بجالانے سے اصلاح ہو جاتی ہے؛ جس فکر کی حق تعالیٰ شانہ نے اسے توفیق دی ہے۔ مؤمن موسم سرما میں بغیر تکلیف و مشقت کے روزہ رکھ لیتا ہے اسے بھوک اور پیاس نہیں ستاتی کہ دن چھوٹے چھوٹے اور ٹھنڈے ہوتے ہیں اس طرح اسے روزے میں کوئی دشواری محسوس نہیں ہوتی۔ حضرت عبید بن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ جب سردیوں کا موسم آتا تو کہتے، اے قرآن والو! تمہاری راتیں قرآن پاک کی تلاوت کے لیے طویل ہو گئیں۔ پس تم قرآن میں وقت گزارو اور روزے رکھنے کے لیے دن چھوٹے ہو گئے تو تم روزہ رکھو۔

ماہرین موسمیات سردی اور گرمی کی شدت کے جو ظاہری و جوہ بتلاتے ہیں، وہ سب اپنی جگہ مسلم ہیں، مگر احادیث کے مطابق سرما میں شدت کی سردی اور گرمی میں شدت کی گرمی جہنم کی سانس کی وجہ سے ہے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا：“جہنم نے اپنے رب کے پاس شکایت کی، چنانچہ کہا: اے میرے رب میرے ایک حصے نے دوسرا حصہ کھایا، تو اللہ نے اس کو دو سانسوں کی اجازت دی، ایک سانس سرما میں اور دوسری سانس گرمی میں، چنانچہ یہی وہ شدت کی گرمی ہے، اور وہ شدت کی سردی، جسے تم محسوس کرتے ہو،” (صحیح البخاری) یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جنتیوں کو شدت سردی اور شدت گرمی سے محفوظ رکھے گا۔ (سورہ دہر)

موسم سرما میں عبادت کا لطف

روزہ: ترمذی شریف کی روایت ہے کہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جاڑے میں روزے رکھنا غنیمت باردہ حاصل کرنا ہے۔ غنیمت باردہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ غنیمت جو بغیر کسی جھگڑے اور تھکن و تعب کے حاصل ہو جائے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ: موسم سرما مبارک ہو کہ اس میں برکت نازل ہوتی ہے، قیام کے لیے رات طویل ہوتی ہے روزہ رکھنے کے لیے دن چھوٹا ہوتا ہے اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے بھی فرمایا، مؤمن کا بہترین زمانہ سردیوں کا زمانہ ہے، رات طویل ہوتی ہے کہ اس میں قیام کرتا ہے اور دن چھوٹے ہوتے ہیں کہ اس میں روزہ رکھ لیتا ہے۔

قیام اللیل: سردیوں کی راتوں میں قیام کرنا نفوس پر دو وجہوں سے بھاری ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے نفس کو جاڑے کی شدت میں بستر چھوڑ کر نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہونے میں تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ داؤود بن رشید کہتے ہیں کہ میرے ایک بھائی شدت کی سردی میں ایک رات نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے ان پر دو بوسیدہ کپڑے تھے، جب انہیں سردی نے ستایا تو رونے لگے۔ ایک پکارنے والے نے ان سے کہا، ہم نے تجھ کو نماز پڑھنے کے لیے کھڑا کیا اور دوسروں کو سلاۓ رکھا پھر بھی تو ہمارے سامنے رورہا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جاڑے کی شدت میں پورا وضو کرنے میں نفس کو تکلیف محسوس ہوتی ہے اور سردی کی شدت میں کامل وضو کرنا اعمال میں افضل عمل ہے۔

وضو: صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا، کیا میں تمہیں ایسی چیزوں کی خبر نہ دوں کہ جس کے سبب سے اللہ تعالیٰ خطاؤں کو مٹا دے اور درجات بلند کر دے۔ صحابہ کرام رض نے عرض کیا، ضرور یا رسول اللہ!۔ آپ ﷺ نے فرمایا، نفس کی تکلیف کے وقت وضو کو پورا کرنا اور مسجد کی طرف کثرت سے چلنا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں رہنا۔ یہی ربط ہے یہی ربط ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رض کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پروردگار تعالیٰ کی خواب میں زیارت کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے محمد! ملا اعلیٰ کس چیز کے بارے میں جھگٹر ہے ہیں؟ آپ نے جواب دیا، درجات اور کفارات کے بارے میں۔ فرمایا، کفارات یعنی جن سے گناہ معاف ہوں وہ ناپسندیدگی کے وقت وضو کو پورا کرنا، قدموں کا جمعہ کی نماز کے لیے اور ایک روایت میں ہے جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے مسجد کی طرف چلنا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں رہنا۔ جس نے یہ کام کیے وہ خیر کے ساتھ زندگی گزارے گا اور خیر کے ساتھ مرے گا اور اپنے گناہوں سے پاک ہو جائے گا جبکہ لوگ محو خواب ہوں گے۔ (ترمذی و احمد)

جاڑے سے روک تھام کے ذرائع اختیار کرنا

موسم سرما میں سردی سے بچنے کے اقدامات کیے جانے چاہئیں تاکہ سردی کے مضر اثرات سے بچا

جائے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سردی سے بچنے کے لئے ہمیں اسبابِ عطا کیے ہیں اور گرمی کے ان اسباب کو صیغہ امتحان سے ذکر فرماتے ہوئے کہا ہے: ”اور اسی نے چوپائے پیدا کیے، جن میں تمہارے لئے گرمی کے لباس (اسباب) ہیں اور بھی بہت سے منافع ہیں۔“ (انخل: 5)، اور فرمایا ”اور اللہ نے ہی تمہارے لیے تمہارے گھروں میں سکونت کی جگہ بنادی ہے اور ان (چوپائیوں) کی اون، روئی اور بالوں سے اس نے بہت سے سامان اور ایک وقت مقررہ تک کے لئے فائدے کی چیزیں بنائیں،“ (انخل: 80)۔

ذکورہ بالا دونوں آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ گرمی دینے والے اسبابِ اللہ کی نعمت ہیں، جنہیں بغیر کسی تردود کے استعمال کرنا چاہئے، اور ان کے استعمال کے وقت اللہ کا شکر بجالانا چاہئے، چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے حکومتی سطح پر اپنی رعایا کو یہ حکم بھیجا کہ: ”موسم سرما آچا ہے، لہذا تم اون (کے کپڑے)، موزے، وغیرہ پہن کر اس کا سامنا کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ، کیونکہ یہ سردی دشمن ہے، جو جلدی داخل ہو جاتی ہے، جبکہ دیر سے نکلی ہے،“ حافظ ابن رجب نے کہا کہ: یہ عمر رضی اللہ عنہ کا اپنی رعایا کے ساتھ مکمل خیرخواہی، حسن نگرانی، شفقت اور اہتمام کا بین ثبوت ہے۔ (اطائف المعارف، ازان بن رجب: ص: 330)

نادر و مفلس لوگوں کے کام آنا

اسلام وہ کامل و مکمل مذہب جو انسانیت کی تعلیم دیتا ہے، اسلام کے بغیر انسانیت نوازی کا کوئی تصور نہیں کیا جاسکتا، یہی وجہ ہے کہ دین اسلام میں جہاں اپنی ذات سے متعلق حقوق بیان کیے گئے وہیں دوسروں کے حوالے سے عائد ہونے والے فرائض کی نشان دہی بھی کی گئی ہے، لہذا موسم سرما کی مناسبت سے ہم ان فاقہ کشوں، محتاجوں، فقیروں اور مسکینوں کو ہرگز نہ بھولیں جو کس پرستی کی وجہ سے سردی کی خنک راتوں میں ٹھੜکرہ جاتے ہیں اور گرمی حاصل کرنے کا کوئی سامان نہیں پاتے۔

موسم سرما میں ہمارے بھائی کی طرح کی مشکلات کا شکار ہو جاتے ہیں، بیماریوں میں اضافہ ہو جاتا ہے، محنت و مزدوری، تجارت و کاروبار وغیرہ جیسے معاشی اسباب کا سلسلہ بھی کسی قدر سست پڑ جاتا ہے، جس کی وجہ سے محتاجوں اور حاجت مندوں کی تعداد بھی بڑھ جاتی ہے، اس لیے ہمیں بقدر استطاعت غریبوں، محتاجوں، بیواؤں، مسکینوں، تیباویں اور ناداروں کی مدد کر کے اپنی آخرت کا سامان کرنا چاہئے اور

ساتھ ہی ساتھ انسان دوستی کا ثبوت بھی پیش کرنا چاہئے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ بندے کی مدد میں لگا رہتا ہے؛ جب تک کہ بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے۔ (مسلم)

دعوت فکر و عمل

درج بالا سطور میں نہایت اختصار کے ساتھ ان چیزوں کا ذکر کیا گیا، جن کی اہمیت کا ہم موسم سرما میں اندازہ لگا سکتے ہیں، لیکن یاد رکھیں! یہ چند دن کی سختیاں ہم سے جھیلی نہیں جاتیں اور اس کے لیے ہم سہولتوں کا انتظام کرنے لگتے ہیں، اور بقدر وسعت کرنا بھی چاہیے، مگر عاقبت نا اندریش ہے وہ شخص، جو دنیا میں رہ کر اپنی زندگی مرضی خدا اور تعلیماتِ شریعت کے خلاف گزارتا ہے، وہ آخرت میں سزا کا مستحق قرار پائے گا جہاں کی سختیاں ابد الآباد ہوں گی، ہمارا کمزور بدن اور ناتوان جسم دنیا کی معمولی سردی اور ہلکی سی خنکی برادرست نہیں کر سکتا تو پھر آخرت کی ہولناکیوں کا کیا مقابلہ کر پائے گا۔ اسی لیے ہمیں چاہیے کہ ہم زندگی کو اسلامی تعلیمات کے ساتھ میں ڈھالیں، نیز دن و رات کی تبدیلیوں اور ماہ و سال کی گردشوں سے سبق لینے کی کوشش کریں۔

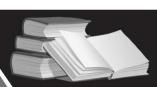
انقلابات جہاں واعظ رب ہیں سن لو
ہر تغیر سے صد آتی ہے فاہم فاہم



ہر ماہ با تاعدگی سے شائع ہونے والا

ترمیتی، اصلاحی اور تبلیغی رسالہ

تاجبر حضرات اپنے کاروبار اور مصنوعات کی
موثر تشهیر کے لئے ماہنامہ دارالتحقوقی کا انتخاب کریں



امام قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ

(113ھ / 731ء تا 798ھ)

انتخاب: عبدالودود ربانی

حدیث کے ساتھ ساتھ فقہ کے میدان میں بھی قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن عبد الرحمن ابی بیلی جو زیادہ تر این ابی بیلی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے مشہور ہیں ان کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ لیکن جب آپ نے اصول فقہ یا اسلامی قانون سازی میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی شاگردی اختیار کی تو آپ کے علمی عروج کو چار چاند لگ گئے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں طالب علم کی حیثیت نے آپ کو آسمان علم کے بام عروج تک جا پہنچایا اور کہا جاتا ہے کہ آپ عالم اسلام کے سب سے بڑے مکتب فلکر فقہ حنفی کے اپنی نوعیت کے اوپر اور اہم ترین قانون دان فقیہ ہیں۔ آپ کو اسلامی حکومت نے قاضی القضاۃ کا منصب عطا کیا اور آپ نے آزادی سے اپنے فرائض کی انجام آوری کی۔ یہ منصب اسلامی تاریخ میں سب سے پہلے آپ کی شخصیت سے ہی متعارف ہوا۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا خاندانی مالی پس منظر بہت غربت سے مستعار تھا، آپ بڑے ہوئے تو والدہ محترمہ نے آپ کو تیل کے ایک کارخانے میں بٹھا دیا تاکہ نان شہینہ کا انتظام ہو سکے جبکہ آپ کے والد محترم آپ کو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حلقوہ درس میں بٹھا آئے۔

حالات کی تنگی کے باعث آپ کا تعلیمی سلسلہ ایک بار پھر منقطع کر دیا گیا اور آپ پھر بچپن کے زمانے سے ہی روزگار سے وابسط کر دیے گئے، لیکن طبع علمی پر یہ فن کسب گراؤ اور ایک دن بھاگ کر پھر اپنے استاد محترم کے حلقوہ درس میں آن وارد ہوئے، استفسار پر حقیقت حال گوش گزار کی توجہ والدہ



محترمہ بیٹے کی شکایت کے لیے حاضر خدمت ہوئیں تو استاد محترم نے کمال شفقت و مہربانی سے ماہانہ وظیفہ مقرر کر دیا اور انہیں اپنی سر پرستی میں لے لیا کیونکہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ایک تاجر تھے اور ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ جیسے قابل ولائق و ذہین و فطیین طالب علم کے لیے ماہانہ وظیفہ کا تقرر ان کے لیے کوئی مسئلہ نہ تھا۔ یہ دن اور پھر استاد کی زندگی کے آخری دن تک امام ابو یوسف اپنے استاد سے ہی وابسط رہے، یہ عرصہ کم و بیش تیس سالہ طویل رفاقت پر مشتمل ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ایک بار پھر مالی مشکلات کا شکار ہو گئے لیکن اب کی بار قدرت نے پھر یاد ری کی اور حکومت وقت نے قاضی القضاۃ کے منصب کی پیشکش کر دی۔ اس منصب سے جہاں معاشی مسئلہ حل ہوا وہاں اس سے بڑھ کر آپ کو اپنی علمی و فنی صلاحیتوں کی آزمائش کا موقع ملا، مشرق سے مغرب تک پھیلی ہوئی وسیع و عریض اسلامی سلطنت کے طول و عرض سے قسم و قسم کے مسائل کے انبوہ کثیر تھے جو آپ کی عدالت میں صحیح و شام پیش کیے جاتے تھے اور آپ بڑی عرق ریزی سے ان کے بارے میں قرآن و سنت کی روشنی میں اپنے فتاویٰ سے فیصلے صادر کرتے تھے۔

دربار میں آپ کی شان و شوکت اس قدر زیادہ تھی کہ بادشاہ وقت کی سواری جس جگہ رکتی تھی آپ کی سواری اس سے بھی آگے جا کر رکتی تھی اور آپ اپنی نشست تک حکمران وقت سے کم فالصلہ پیدل چل کر پہنچتے تھے، آج کی اصطلاح میں کہا جاسکتا ہے کہ قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا ”پروٹوکول“ خلیفۃ المسلمين سے بھی بڑھ کر تھا۔ پورے دن کی ان گوناں گوں مصروفیات کے باوجود شام کے اوقات میں درس قرآن و حدیث کا اہتمام کرتے تھے اور رات گئے تہجد کی نماز بھی عمر بھر قضاۓ ہوئی تھی۔

آپ کی تصنیفات حسب ذیل ہیں:

- 1- کتاب الآثار: یہ احادیث کا مجموعہ ہے جو آپ نے اپنے اساتذہ اور والد محترم سے سن کر جمع کیا۔
- 2- اختلافات ابی حنیفہ و ابی یعلیٰ: اس کتاب میں آپ نے اپنے دونوں اساتذہ کے

اختلافات کو جمع کیا۔

3۔ کتاب الرد علی السیر الادعائی: اس کتاب میں امام اوزاعی رضی اللہ عنہ سے اپنے اختلافات نقل کیے۔

4۔ کتاب الخراج: اسلام نظم معاشیات اور نظام حاصل پر اب تک کی بہترین کتابوں میں سے

ایک ہے۔ گفید

5۔ اصول الفقه: اسلامی قانون سازی کی اولین کتب میں سے ہے جس کا ایک حصہ اسلام کے میں الاقوامی قوانین پر مشتمل ہے۔

کتاب الخراج، دراصل امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ کی اصل وجہ شہرت ہے۔ عباسی نامور خلیفہ ہارون الرشید رضی اللہ عنہ نے آپ سے خصوصی درخواست کی تھی کہ اسلامی قوانین محاصل و زکوٰۃ و جزیہ و خراج و عشور کے تفصیلی احکامات پر مشتمل کوئی کتاب تحریر کریں۔

امام صاحب نے اپنی کتاب میں ان معاشی مسائل پر ایک تفصیلی و تحسیلی کتاب رقم انداز کی اور پھر حکومت وقت نے اسے اسلامی مملکت میں جاری و ساری بھی کر دیا جس سے اس کتاب میں لکھے ہوئے قوانین پر اس وقت سے آج تک عمل جاری ہے۔

خراج سے مراد زمینوں کا مخصوص ہے جو مسلمان کاشنکار اپنی پیداوار میں سے ایک خاص حصے کے طور پر حکومت وقت کو ادا کرتے ہیں۔ عشور سے مراد دس فیصد ہے جو تاجریوں اور کاشنکاروں سے بطور ٹکس وصول کیا جاتا ہے، اگر زمین کی آب یاری کے لیے ادائیگی کی جاتی ہو تو عشور کی شرح پانچ فیصد ہوگی اور اگر آب یاری قدرتی ذرائع سے مفت ہوتی ہو تو عشور کی شرح دس فیصد ہوگی۔

اسی طرح مسلمان تاجریوں سے ”ربع العشور 2.5%“، ”محصول لیا جائے گا، اسلامی ریاست کے غیر مسلم تاجریوں سے ”نصف العشور 5%“، ”محصول وصول کیا جائے گا اور غیر مسلم ریاستوں یا دارالحرب کے غیر مسلم تاجریوں سے ”مکمل عشور 10%“ وصول کیا جائے گا۔

جبکہ جزیہ ایسا مخصوص ہے جو اسلامی ریاست کے غیر مسلم شہریوں سے ان کی حفاظت کے عوض وصول کیا جاتا ہے کیونکہ ان سے دفاعی خدمت نہیں لی جاتی جبکہ ہر مسلمان پر قابل اسی طرح فرض ہے جیسے



نماز اور روزہ فرض ہیں۔

امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے مال ”فے“ اور زکوٰۃ سمیت اسلامی ریاست میں تمام محاصل کی جملہ تفصیلات اس کتاب میں پورے دلائل کے ساتھ درج کر دی ہیں۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں آزاد معیشت کے تصورات پر بھی تفصیلی مباحثت درج کی ہیں اور قرآن و سنت کی روشنی میں تفصیل سے بتایا ہے کہ مہنگائی کی روک تھام کے کیا کیا طریقے ہو سکتے ہیں اور قبیلوں کے اتار چڑھاؤ پر حکومت کس حد تک قابو پاسکتی ہے اور کہاں کہاں حکومت پاندرہ ہے گی کہ معاشری سرگرمیوں کو کھلا چھوڑ دے اور ان پر کوئی قدغن نہ لگائے۔

اس ”کتاب الخراج“ کی تصنیف کو اگرچہ صدیاں گزر گئی ہیں لیکن آج بھی یہ اپنے مندرجات کے اعتبار سے اسلامی معاشیات کی ایک راہنمای کتاب ہے اور اسلامی ریاست سے متعلق مالیات و تجارت وکاروباریات کی تمام تر راہنمائیاں جو قرآن و سنت سے میسر ہو سکتی ہیں اس کتاب میں بدرجہ اتم درج کر دی گئی ہیں۔ اس کتاب کی ایک اور اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہ صرف ایک تصوراتی یا فلسفیانہ کتاب نہیں ہے بلکہ اس کے اخذ کردہ قوانین صدیوں تک اسلامی ریاستوں میں جاری و ساری رہے ہیں اور یہ ہر لحاظ سے ایک آزمودہ کتاب ہے جس کے مجوزات کے مطابق اسلامی قوانین کے ماہر فقہاء کرام قرنوں سے فیصلے کرتے چلے آ رہے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے چالیس شاگردوں پر مشتمل ایک مشاورت بنائی تھی جس میں بعض اوقات کئی کئی دنوں تک ایک مسئلہ پر گفتگو ہوتی اور دلائل کا تبادلہ ہوتا تھا، امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اس مشاورت کے ایک اہم رکن تھے۔ فقہاء کے پانچ درجات بتائے جاتے ہیں:

- ۱۔ مجتہد مطلق مستقل: جس کے اپنے اصول ہائے فقه ہوں جیسے انہے خمسہ، امام اوزاعی، ابن حزم، داؤد ظاہری وغیرہ
- ۲۔ مجتہد مطلق منتب: جس مجتہد کے اپنے اصول و کلیات ہوں لیکن کسی امام سے نسبت رکھتا ہو جیسے امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ، امام زفر رحمۃ اللہ علیہ، غلام الخلال وغیرہ۔

۳۔ مجتهد ترجیح: کسی ایک امام کی پیروی میں رہ کر اجتہاد کرنے والے جیسے مادری، نووی اور امام سرخسی وغیرہ۔

۴۔ مجتهد تخریج: مسائل میں اجتہاد کرنے والے جیسے الکنڈی، رازی اور بالقلانی وغیرہ۔

۵۔ مجتهد فتاوی: اپنے فقہی مسلک کے مطابق فتوی دیتے ہیں، یہ حضرات اجتہاد نہیں کرتے اور عرف عام میں ”مفتق“ کہلاتے ہیں۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اپنی شاہستہ علمی کے باعث ان کا شمار مجتهد مطلق منتب کے مقام پر ہوتا ہے اور بعض لوگ تو ان کو مجتهد مطلق بھی گردانتے ہیں۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کے ماہ و سال اس دین کی تشریع و توضیح میں گزر گئے اور ساری عمر اس کام میں صرف ہو گئی۔

اقوام کا مستقبل پڑھے لکھے لوگوں سے وابستہ ہوتا ہے، علمی عروج قوموں کو سیاسی عروج بخشتا ہے جبکہ علمی زوال قوموں کو ماضی میں دفن کر دیتا ہے، امت مسلمہ کی تو پہچان ہی کتاب ہے پس اللہ تعالیٰ غریق رحمت کرے ان لوگوں کو جو آج تک امت مسلمہ کی علمی و تعلیمی زندگی کا باعث ہیں، آمین۔

(بشكريہ فکر و خبر)



اصحابی كالنجوم

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنائے کہ میں اپنے رب سے اپنے صحابہ کے اختلاف کے بارے میں سوال کیا جو میرے بعد ہو گا تو میری طرف وحی کی گئی کہ اے محمد ﷺ تمہارے صحابہ میرے نزدیک آسمان کے تاروں کی مانند ہیں بعض بعض سے قوی ہیں اور ہر ایک کے لئے نور ہے اپنے اختلاف میں وہ جس موقف پر ہیں ان میں سے کوئی کو اختیار کرے وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے صحابہ تاروں کی مانند ہیں ان میں سے کس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ (مشکوہ)



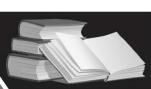
عاریت: استعمال کے لیے چیز لینا

مولانا شیخ نعمان

تواuder، آداب، مسائل

کلیم اور سلیم دونوں دوست ہیں۔ دونوں کا کپڑے کا ہول سیل کا کاروبار ہے۔ کلیم اپنے دوست سلیم کو فون کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے سامان مارکیٹ لے جانے کے لئے تمہاری لوڈنگ سوزوکی چاہیے ہو گی، میری سوزوکی کام کے لئے گیراج میں کھڑی ہے۔ سلیم کہتا ہے کہ ٹھیک ہے، آپ کو جب ضرورت ہو لے جائیے گا، آپ کی اپنی ہی گاڑی لے جاتا ہے۔ تین دن کے استعمال کے بعد سوزوکی واپس کر دیتا ہے۔ سلیم گاڑی کی حالت دیکھتا ہے اور دیکھتا ہی رہ جاتا ہے۔

”یہ کیا؟ اس کی ہیڈ لاٹس ٹوٹی ہوئی ہیں، اس کو بربی طرح استعمال کیا گیا ہے۔ ایسا لگتا ہے کلیم نے سوزوکی گھر کے باہر کھڑی کی، شراری پھوٹے اس کی ہیڈ لاٹس توڑ دیں۔ حفاظت کے لئے اس پر کپڑا بھی نہیں چڑھایا۔ یوں لگ رہا ہے کلیم نے اس سوزوکی کو کپڑوں کے تھانوں کے علاوہ کسی اور کے لیے بھی استعمال کیا ہے۔ ہاں! وہ اپنا گھر شفت کرنے کی بات کر رہا تھا۔ شاید گھر کا سامان، فرنچ پر غیرہ شفت کیا ہو؟ یا کوئی اور لوہے کا سامان.....“ سلیم سوچتا رہ جاتا ہے۔ پھر کلیم کو فون کرتا ہے اور کلیم سے پوچھتا ہے: ”کیا تم نے گاڑی پر حفاظتی کپڑا نہیں چڑھایا تھا۔ کیا تم نے کسی اور کام میں سوزوکی استعمال کی ہے؟“ کلیم کہتا ہے: ”ہاں یار، وہ میں نے اپنے گھر کا سامان اس سوزوکی میں شفت کیا ہے۔ وہ میں کپڑا چڑھانا بھول گیا تھا، پھوٹے اس کی ہیڈ لاٹس توڑ دیں۔“ سلیم باتیں سن کر خاموش ہو جاتا ہے۔ وہ سوچتا ہے کہ کیا اگر یہ اس کی



اپنی گاڑی ہوتی تو یہ تنی لاپرواں دکھاتا؟ میں نے تو اسے گاڑی کپڑوں کی لوڈگ کے لئے دی تھی، اگر مجھے پتا ہوتا کہ یہ اپنے گھر کی شفٹنگ میں استعمال کرے گا تو میں ہرگز نہ دیتا۔ وہ بھاڑے کی لے لیتا، لیکن اب کیا کروں؟ دوست ہے، مارکیٹ میں ساتھ ہے، اسے میں کچھ کہہ بھی نہیں سکتا! لیکن اسے بھی کچھ خیال کرنا چاہیے تھا، یہ تو بینکی گلے آگئی۔

ذراسوچی

ایسی صورت حال ہمارے ساتھ بھی پیش آ جاتی ہے۔ ہم سامان استعمال کے لیے دیتے ہیں۔ استعمال کے لیے لینے والا اس کو مالِ مفت سمجھتا ہے۔ بے جمی کے ساتھ اسے استعمال کرتا ہے۔ نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ دل میں خلش پیدا ہوتی ہے۔ بدگمانی دلوں میں جنم جاتی ہے۔ بعض اوقات یہ باتیں اڑائی جھگڑوں تک پہنچ جاتی ہیں۔ گھری دوستی، دشمنی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ کیوں؟ کبھی سوچا ہم نے؟ نہیں سوچا۔ اب سوچیے، ہمارا رویہ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے کیا ہونا چاہیے۔ ایک چیز دوسرے کو استعمال کے لیے دینے کی حیثیت سے اور ایک چیز استعمال کے لیے لینے کی حیثیت سے شریعت ہم سے کیا کہتی ہے؟ شاید ہمیں علم ہو لیکن علم و عمل میں دوریاں ہیں۔ اس لیے ہماری کاروباری معاشرت بھی خراب ہے، ہماری گھریلو معاشرت بھی خراب ہے، لوگ ہم سے بذریں ہیں۔ کیا ایسا ہوتا ہے مسلمان؟ یہ سوال ہوتا ہے۔ علم کے مطابق عمل کیسکھنے کا طریقہ تو یہ ہے کہ عمل والوں کے ساتھ تعلق مضبوط کریں۔ وہ ہمیں مل جائیں گے۔ پہلے قدم پر آئیے! علم دین کا ایک سبق سیکھتے ہیں۔ ہم کوئی چیز کسی کو استعمال کے لئے دین تو شریعت ہم سے کیا تقاضا کرتی ہے، اگر ہم کسی سے چیز استعمال کے لیے لیں تو شریعت ہم سے کیا تقاضا کرتی ہے؟ کس چیز کو استعمال کے لیے دیا جاسکتا ہے؟ استعمال کے لیے کون دے سکتا ہے؟ استعمال پر چیز لینے والے کی کیا ذمہ داری بنتی ہے؟ آئیے سیکھتے ہیں۔

عارضت کا مفہوم:

وہ چیزیں جن کو ختم کیے بغیر استعمال کے ذریعے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے، ان چیزوں کو بلا معاوضہ دوسرے کو استعمال کے لیے دینا "عارضت" کہلاتا ہے۔

ہمیں اپنی زندگی میں اس قسم کے معاملے سے واسطہ پڑتا رہتا ہے۔ کاروباری زندگی میں بھی

مارکیٹ میں اپنے دوست، پڑوسی کے ساتھ معمولی چیزوں کو باقاعدہ کرایہ پر نہیں لیا جاتا، بلکہ جانبین بغیر کسی معاوضے کے ہی استعمال کے لیے دینے پر راضی ہوتے ہیں۔ شریعت میں اس معاملے کو عاریت کہتے ہیں، مثلاً: اوزار، گاڑی، چھوٹی مشین ایک آدھ دفعہ استعمال کے لئے، انہیں عاریت پر ہی استعمال کیا جا رہا ہوتا ہے۔

عاریت کے اس معاملے کی بنیاد ہمدردی، بھائی چارے پر ہے، جس میں عموماً دینے والا صرف اپنے بھائی کے ساتھ اچھا معاملہ کرتے ہوئے، آخرت کے ثواب کی خاطر اپنا سامان استعمال کے لئے دے رہا ہوتا ہے، لیکن بہر حال کاروباری زندگی میں اس سے واسطہ رہتا ہے، ہمیں اس کے بارے میں شرعی معلومات ہونا ضروری ہیں۔

عاریت پر دی جانے والی چیز

پہلے تو یہ سمجھیں کہ ”استعمال“ کے لحاظ سے ہمارے پاس دو قسم کی چیزیں ہوتی ہیں۔
پہلی قسم

وہ چیزیں جنہیں فائدے کے لیے استعمال کیا جائے تو وہ استعمال ہوتے ہی ختم ہو جائیں، مثلاً: کھانے پینے کی چیزیں ہیں، ہی این جی ہے، پڑوں ہے۔ ان سے فائدہ انہیں خرچ کر کے ہی ہوتا ہے۔

دوسری قسم

دوسری قسم وہ چیزیں ہیں جن کا فائدہ ان کے استعمال میں ہے، اس طرح کہ وہ چیزیں خود بھی باقی رہتی ہیں، مثلاً: گاڑی، گھر، مشینیں وغیرہ۔ ان کے استعمال سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے اور یہ چیزیں اپنی جگہ باقی رہتی ہیں۔

کرایہ داری اور عاریت میں فرق

وہ چیزیں جو باقی رکھ کر استعمال ہو سکتی ہیں، ان کو استعمال پر دینے کی دو صورتیں ہیں: پہلی صورت یہ ہے کہ میں وہ چیز استعمال کروں اور اس استعمال کے پیسے دے دوں۔ یہ صورت کرایہ داری کی

ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ میں وہ چیز استعمال کرلوں، دوسرا ہمدردی کے جذبے کے ساتھ مجھے وہ چیز استعمال کرنے دے، اس کا معاوضہ نہ لے۔ یہ صورت عاریت کی ہے۔

عاریت اور قرض میں فرق

وہ چیزیں جن کا فائدہ ان کے صرف کرنے سے ہی ممکن ہے، مثلاً: پڑول، کھانے پینے کی اشیا وغیرہ، ان چیزوں کو اگر بلا معاوضہ دیا جائے اس شرط پر کہ اس جیسی چیز واپس کر دینا تو یہ معاملہ قرض کہلاتا ہے۔ یہ معاملہ باہمی ہمدردی کی بنیاد پر ہوگا، لہذا جتنا استعمال کیا ہے، اتنا ہمی واپس کرنا ہوگا۔ دینے والا اس میں اضافہ نہیں مانگ سکتا۔ وہ چیزیں جنہیں باقی رکھتے ہوئے ان کے استعمال کے ذریعے فائدہ اٹھایا جاتا ہے، انہیں بلا معاوضہ استعمال کرنا عاریت ہے۔

خلاصہ یہ کہ عاریت پر صرف وہ چیزیں دی جاسکتی ہیں جن کا استعمال کے ذریعے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہو، اس استعمال سے وہ ختم نہ ہوتی ہوں۔

عاریت پر سامان دینا، اجر و ثواب کا باعث

دوسرے شخص کی ضرورت پوری کرنے کے لئے اسے بغیر کسی معاوضے کے سامان دے دینا، ایک باعث اجر و ثواب معاملہ ہے۔ حدیث میں آتا ہے: جب ایک شخص دوسرے کی ضرورت پوری کرنے کے لئے لگا ہوتا ہے تو اللہ پاک اس کی ضرورت پورا کرنے میں لگا رہتا ہے۔ لہذا عاریت کا معاملہ کرنا مستحب ہے۔ اگر نیک نیتی کے ساتھ کرے گا تو ان شاء اللہ خوب اجر و ثواب کا مستحق ہوگا۔

ایک بات ذہن میں رہے کہ بچہ کوئی چیز نہ خود عاریت پر دے سکتا ہے، نہ ہی اس کے سر پرست بچ کی چیز عاریت پر دے سکتے ہیں۔

سامان استعمال کے لیے لینا، امانت کا مقاضی

دوسرے سے سامان عاریت پر لینا ایک ذمہ داری کا معاملہ ہے۔ دوسرے کا سامان لے کر ہمیں ذمہ داری کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ اگر یہ بات کہی جائے تو غلط نہ ہوگی کہ اپنی چیز سے زیادہ حفاظت اور فکر دوسرے کی چیز کی کرنی چاہئے۔ اس بات کو صحنه کے لیے کچھ بنیادی قواعد عاریت کے آپ کی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں:



عاریت کے بنیادی قواعد کا جائزہ

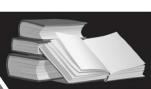
1:- عاریت پر ملی جانے والی چیز ضرورت پوری ہونے پر خود واپس کر دیں: جب آپ کوئی چیز کسی خاص ضرورت کے لیے لیں تو جب ضرورت پوری ہو جائے تو چیز کو واپس کرنا آپ کی ذمہ داری ہے۔ مثال کے طور پر میں نے اپنے دوست سے گاڑی لی کہ میں صدر سے ہو کر آتا ہوں۔ جب میں اپنا کام کر چکا تواب یہ میری ذمہ داری ہے کہ میں گاڑی فوراً دوست کو پہنچا دوں۔

لمحہ فکریہ

اس معاملہ میں ہمارے یہاں بڑی غفلت ہوتی ہے۔ چیز لی اور استعمال کی، لیکن جب تک مالک خود تقاضا نہ کرے، واپس نہیں کرتے۔ جس کام کے لئے چیز لی یا جتنے وقت کے لئے چیز لی ہے، اس کام کے پورا ہونے کے بعد واپس کرنا ضروری ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ جتنے دنوں کے لئے چیز لی تھی، اس وقت کے بعد چیزاپنے پاس رکھنا ایسا ہے جیسے اس سے چھین کر رکھی ہوئی ہو۔ اب اگر اس چیز میں کوئی بھی نقصان ہوا تو استعمال کے لیے لینے والا اس کا ذمہ دار ہوگا۔

2:- اس چیز کی حفاظت کرنا استعمال کرنے والے کی ذمہ داری ہے: دوسری اہم بات یہ کہ جب کوئی چیز عاریت پر ملی جائے تو اس کی حفاظت کرنا، استعمال کرنے والے کی ذمہ داری ہے۔ چیز کی اس طرح حفاظت کرے جس طرح اس قسم کی چیز کی کی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر گاڑی استعمال کے لیے لی تو مناسب جگہ پر اسے کھڑا کرنا، اس کا لاک لگانا ضروری ہوگا۔ اگر اس میں لاپرواٹی کی اور گاڑی کو نقصان ہو گیا تو اس استعمال کرنے والے کی ذمہ داری ہے کہ وہ نقصان کو پورا کر کے دے۔ ہاں، اگر حفاظت کی لیکن پھر بھی کوئی نقصان ہو گیا تو یہ ذمہ دار نہیں ہے۔ اگر نقصان کی تلافی کر دے تو یہ اس کی جانب سے ہمدردی کا معاملہ ہوگا۔ اگر حفاظت کا خیال رکھا اور نقصان ہو گیا تو مالک تاو ان کا مطالبہ نہیں کر سکتا، بلکہ اگر اس شرط پر گاڑی دی کہ اگر نقصان ہوا تو تم بھرو گے تب بھی استعمال کرنے والا ذمہ دار نہیں ہوگا۔ صرف غفلت کی صورت میں ہی اس سے نقصان کی تلافی کروانا درست ہوگا۔

3:- عاریت پر دی ہوئی چیز کو واپس لینا: یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ جب دوسرے کی چیز



بلامعاوضہ استعمال کر رہے ہیں تو اس کا مالک دینے والا ہی ہے۔ اسے اس بات کا اختیار ہے کہ وہ جب چاہے، اس چیز کو واپس لے لے۔ جب آپ نے اس سے چیز مانگی تھی اس وقت اس کو اختیار تھا کہ نہ دیتا، آپ کے استعمال کے دوران وہ اگر لینا چاہے تو آپ کیسے منع کر سکتے ہیں؟ بلکہ اسے اسی وقت واپس کرنا ضروری ہو گا۔ مالک نے اپنی چیز کا سوال کیا کہ واپس کرو۔ اب آپ نے واپس نہیں کی تو یہ بالکل ایسا ہے کہ آپ نے وہ چیز اس سے چھین لی ہو۔ اب اگر وہ چیز ضائع ہو جائے یا اس چیز میں نقصان آجائے تو آپ کو اس نقصان کی تلافی کرنا پڑے گی۔

4:- مالک کی مرضی کے مطابق استعمال: چیز لیتے وقت بتا دینا چاہیے کہ کس استعمال کے لیے چیز لے رہے ہیں۔ مثال کے طور پر گاڑی لی تو بتا دیں کہ میں یا میری فیملی گارڈن تک جائیں گے یا ہم لیاری جائیں گے، وغیرہ۔ اگر کچھ نہ بتایا تو نارمل استعمال کی اجازت مالک کی جانب سے سمجھی جائے گی، جیسے گاڑی، کار یا موٹرسائیکل عموماً شہر کے اندر سفر کے لیے استعمال کی جاتی ہیں، اب کسی کے لیے یہ درست نہیں ہو گا کہ وہ دوسرے کی موٹرسائیکل یا کار لے کر دوسرے شہر چلا جائے، یہ اس کا نارمل استعمال نہیں ہے۔ اگر کسی نے نارمل سے ہٹ کر استعمال کیا اور کوئی نقصان ہو گیا تو اس کی ذمہ داری اس استعمال کرنے والے پر ہو گی۔ ایک اور بات یہ کہ اگر کسی نے چیز لی استعمال کے لیے، لیکن لیتے وقت ہی نیت تھی کہ واپس نہیں دوں گا، یہ ایسا ہے جیسے اس نے وہ چیز مالک سے چھین لی ہو۔ اب اگر کوئی بھی نقصان اس چیز میں آیا، وہ اس کا ذمہ دار ہو گا۔ باقی نیت کی خرابی کی وجہ سے گناہ الگ ہو گا۔

اس میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اگر مالک نے آپ کو استعمال کے لئے ایسی چیز دی ہے جس پر مختلف لوگوں کے استعمال سے مختلف اثر پڑتا ہے، تو اسے دوسرے کو استعمال کے لیے نہیں دے سکتے۔ مالک اگر راضی ہو تو حرج نہیں۔

اللہ پاک ہمیں باتوں کو سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمين!

(بُشَّرَ يَهُ شَرِيعَةَ اِيَّذَ بَزْنَس)



حضرت سیدنا حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ

کامشروع کے نام خفیہ پیغام

اس کے اسباب، اور موجودہ دور میں مسلمان جاسوس کا حکم

محمد نعماں خلیل

طالب الحدیث الشریف

جامعة العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ناظران کراچی

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات

آپ رضی اللہ عنہ اہل یمن سے ہیں، اسلام سے قبل ہی مکہ میں آکر قریش کے کسی قبیلہ سے حلیفانہ تعلقات قائم کر لیے تھے۔ بھرت کے بعد ”زحیلہ بن خالد“ اور ایک روایت کے مطابق ”عویم بن ساعدة“ رضی اللہ عنہ سے مواخات قائم ہوئی۔ غزوہ بدر سے لے کر تبوک تک تقریباً ہر غزوہ میں شرکت کی۔ آپ کاشمہ مشہور تیر انداز صحابہ میں ہوتا ہے۔

سن 6 ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو ”اسکندریہ“ کے بادشاہ ”مقوس“ کی طرف اپنا سفیر بنان کر بھیجا، جس میں آپ کامیابی سے ہمکنار ہو کر واپس ہوئے۔ آپ کا پیشہ تجارت تھا، غله وغیرہ بیچا کرتے تھے۔ عہد عثمانی سن تیس ہجری میں آپ کی عمر میں 65 سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی، اور خلیفہ وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ ادا فرمائی۔



آپ ﷺ کے خط کا واقعہ

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے پیغام و خط کا مفصل واقعہ کئی مستند تکمیلی احادیث میں موجود ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب مدینہ منورہ میں فتحِ مکہ کی تیاریاں ہونے لگیں، تو آپ ﷺ نے "سارہ" نامی ایک خاتون کے ذریعہ مشرکین مکہ کے نام خط لکھا، جس میں مسلمانوں کے لشکر کی ایسی منظر کشی کی گئی کہ ان کے دل مسلمانوں سے دہشت زدہ بھی ہو جائیں، اور آپ ﷺ کا ان پر ایک احسان بھی ہو جائے۔

حضور ﷺ کو اس واقعہ کی خبر بذریعہ و معلوم ہو گئی، اور آپ نے چند صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس خاتون کے تعاقب میں بھیجا تاکہ راستے ہی میں اسے روک کر خط لے سکیں، چنانچہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا میابی سے ہمکنار ہوئے۔ جب خط کھولا گیا تو حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا خط تھا، یہ دیکھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جلال میں آگئے، اور حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: " Dunnی یا رسول اللہ فاضرب عنقه" مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس کی گردان ماروں، لیکن رسول ﷺ اس بات کی اجازت نہیں دی، اور حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ سے اس کی وجہ دریافت فرمائی، تو آپ ﷺ نے عرض کیا کہ میں نے یہ عمل کفر و نفاق یا ایمانی کمزوری کی وجہ سے نہیں کیا، بلکہ اپنے اہل و عیال کی حفاظت کے لیے کیا ہے کیوں کہ باقی مہاجرین کے اہل و عیال کی دیکھ بھال کے لیے مکہ میں ان کا اپنا کوئی نہ کوئی موجود تھا، جبکہ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا وہاں کوئی نہ تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کا یہ بیان سن کر صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ: اس نے تم سے سچ بولا ہے، اس کے معاملے میں خیر کے سوا کچھ نہ کہو۔ اور یہ فرمایا کہ اہل بدرا میں سے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے سب شرکاء غزوہ بدرا کی مغفرت کا اعلان فرمایا ہے، اور ان سے جنت کا وعدہ کیا ہے۔

خفیہ خط بھیجنے کے اسباب

آپ ﷺ مشرکین مکہ کے نام خط لکھنے کے اسباب میں غور کیا جائے تو عقلی طور پر مندرجہ ذیل چار وجوہات سامنے آتی ہیں، مگر ان میں سے کوئی بھی ممکن نہیں سوائے ایک کے:

رضا بالکفر اور ارتدا دکی وجہ سے۔

- بزدلی اور کم ہمتی کی وجہ سے۔
- مفاد پرستی کی وجہ سے۔
- یا ان کے علاوہ کوئی اور بنیادی سبب۔

1- آپ رضی اللہ عنہ کا مشرکین مکہ کے نام خط لکھنا، کفر و ارتداء اور رضا بالکفر کی بناء پر نہ تھا، جیسا کہ حدیث مذکور میں خود ان کا اپنا بیان موجود ہے، مزید یہ کہ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق بھی ثبت ہو چکی ہے۔

حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے ایمان پر قرآنی دلیل

اس واقعہ کے متصل بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کے حق میں ایک آیت نازل فرمائی، جس میں جہاں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تنبیہ کی گئی کہ دشمنانِ دین کو دوستی کا پیغام نہیں بھیجنा چاہیے، وہیں آپ کے ایمان پر بھی گواہی دی، اور "یاً آیهَا الَّذِينَ آمَنُواْ فَرِماَ كُرْمَخَاطِبَ كَيْاً-

حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی شجاعت و بہادری

2- خفیہ خط کا ارسال بزدلی کی وجہ سے بھی نہیں تھا؛ کیوں کہ آپ رضی اللہ عنہ کا بہادری، اور شجاعت کا پیکر ہونا، اور بزدل و کم ہمت نہ ہونا، اس بات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب، اور سفیر بنا کر شاہِ اسکندر "موقوس" کی طرف روانہ فرمایا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی کو اپنا سفیر بنانا، ہی اس شخص کی بہادری، اور امانت داری کی دلیل ہے۔

کسی بزدل، اور خائن کو اپنا نائب نہیں بنایا جا سکتا۔ علاوہ ازیں آپ رضی اللہ عنہ نے جس خوش اسلوبی سے "موقوس" کو دعوت دی اور نذر ہو کر اس کے اعتراض کا جس طرح جواب دیا وہ قابل تحسین ہے۔ اور آپ رضی اللہ عنہ کے عقل مند، حکیم و دانا، اور بہادر ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

موقوس کا اعتراض اور اس کا جواب

قال: أَخْبَرْنِي عَنْ صَاحِبِكَ أَلِيْسْ هُوَ نَبِيُّا؟ مَوْقُوسْ نَعَّمَ كَيْا! آپ کا ساتھی (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) نبی نہیں ہیں؟

قلت: بلى! هو رسول اللہ میں نے کہا! کیوں نہیں!!! وہ تو اللہ کے رسول ہیں۔

قال: فما لہ لم یدع علی قومہ حیث اخر جوہ من بلدتہ۔

تو انہوں نے اپنی قوم کے خلاف بد دعا کیوں نہ کی جب انہوں نے ان کو اپنے شہر سے نکالا؟

فقلت له: فعیسی ابن مریم اُتشهد أَنَّهُ رَسُولُ اللَّهِ فما لہ لم یدع علیہم

حتیٰ رفعہ اللہ ؟

میں نے کہا: عیسیٰ ابن مریم ﷺ کے متعلق آپ گواہی دیتے ہیں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں، تو انہوں نے اپنی قوم کے خلاف بد دعا کیوں نہ کی؟ جب کہ وہ تو انہیں تحنت دار پر لٹکانے کا ارادہ کر چکے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں آسمان پر اٹھالیا۔

فقال: أَحَسْنْتَ أَنْتَ حَكِيمٌ جَاءَ مِنْ عَنْدِ حَكِيمٍ.

مقوس نے (تاثر بھرے لجھ میں) کہا: بہت خوب (جواب دیا)، آپ حکیم و دانا ہیں، جو ایک حکیم ہی کی طرف سے آئے ہیں۔

اور آپ ﷺ کے ہاتھ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ کو ہدیہ بھیجا جس میں ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی تھیں، جن سے حضرت ابراہیم ﷺ کی پیدائش ہوئی۔

آپ ﷺ کا آپ ﷺ کو اکیلے سفیر بن کر بھیجناء، وہ بھی وقت کے بڑے بادشاہ کی طرف، پھر بادشاہ کا آپ سے متاثر ہونا اور کامیابی کے ساتھ لوٹنا، یہ سب وہ چیزیں ہیں جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہادری، شجاعت، اور بلند ہمتی پر دلالت کرتی ہیں۔

3 - مفاد پرستی بھی سبب نہیں ہو سکتا کہ وہ اپنے مفاد کی خاطر حضور ﷺ اور صحابہ کرام ﷺ کو نقصان پہنچانا چاہتے ہوں کیوں کہ آپ ﷺ کو یقین تھا کہ فتح مسلمانوں کی ہو گی، اور ان کے خبر پہنچانے سے آپ ﷺ اور ان کے صحابہ کرام ﷺ کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہو گا۔ جیسا کہ بعض روایات میں منقول بھی ہے کہ آپ ﷺ نے آپ ﷺ سے یہی کہا تھا۔



خط کا بنیادی سبب

4- جب خفیہ خط لکھنے کا سبب کفر، ارتداد، بزدلی، اور مفاد پرستی نہیں تھا، تو وہ کیا وجہ تھی؟ جس نے آپ ﷺ کو یہ راز افشا کرنے پر مجبور کیا، وہ وجہ خود حدیث مبارک میں موجود ہے کہ وہ مکہ میں اپنے اہل و عیال اور مال کا تحفظ چاہتے تھے، جو دیگر مہاجرین صحابہ کرام ﷺ کو اپنی قرابتوں کی وجہ سے حاصل تھا، مگر آپ ﷺ اس سے محروم تھے، کیوں کہ آپ یمن سے آ کر وہاں آباد ہوئے تھے، اور اہل و عیال کا تحفظ چاہنا موجب کفر و نفاق اور بزدلی کا سبب نہیں ہو سکتا۔
خفیہ خط کے متوقع سگین نتائج:

تاہم دو وجوہات کی بناء پر ان کا یہ عمل انتہائی سگین، اور خطرناک نتائج کا سبب بن سکتا تھا،

جس سے امت مسلمہ کو نقصان اٹھانا پڑتا:

1- اللہ تعالیٰ اور مسلمانوں کے دشمنوں سے اہل و عیال کے تحفظ یا کسی اور بھلائی کی امید لگانا بالخصوص جب دشمن ایسا ہو کہ جس نے صرف کلمہ حق کی بنیاد پر مسلمانوں کو گھروں سے بے گھر کیا، ان پر مظالم ڈھائے۔ ایسے دشمن سے خیر کی امید لگانا اور اس کے حصول کی خاطر دوستی کا ہاتھ بڑھانا شان صحابیت کے خلاف تھا، اس لئے اللہ رب العزت نے ”سورۃ المحتنۃ“ میں اس بات کی اصلاح فرمائی:
 {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَخَلُّوْا عَدُوِّي وَعَدُوُّكُمْ أَوْلَيَاءُ تُلْقَوْنَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِنَّا كُمْ أَنْ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ} [المحتنۃ: ۱].

(ترجمہ) اے ایمان والو! نہ بناؤ میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست اپنا کہ تم ان کو پیغام بھیجتے ہو دوستی کے اور وہ مکر ہوئے ہیں اس سے جو تھارے پاس آیا سچا دین، نکلتے ہیں رسول کو اور تم کو اس بات پر کہ تم مانتے ہو اللہ کو جور بہتے تھا رہا۔ (معارف القرآن)

2- غزوہات اور جنگی اصولوں، اور تدیریوں کے مطابق یہ عمل انتہائی پر خطر ہو سکتا تھا۔ جو قوم اونٹ کی میگنی کے اندر موجود کھجور کی گھٹلی دیکھ کر اپنے دشمن کی سمت، اور وقت معلوم کر سکتی تھی تو کیا وہ اس خط کا



مفہوم نہ سمجھ سکتی تھی؟۔ اس کے پچھے چھپے راز کو بھانپ نہ سکتی، اور اپنی مدد کے لیے کیا کچھ نہ کر سکتی تھی!؟۔ دوران جنگ چھوٹی چھوٹی باتیں جیتی جنگ کی کایا پلٹ دیتی ہیں، اس لئے عمل قبل مواد خذہ ضرور تھا۔ اسی لیے توحضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مواد خذہ کی اجازت چاہی، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر رب تعالیٰ کا خاص کرم تھا، اور غزوہ بدر میں شرکت کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاف فرمادیا۔

3۔ مسلمان جاسوس کا حکم

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کوئی مسلمان شخص کسی کافر ملک یا فوج کی طرف سے مسلمانوں کی جاسوسی کرتا ہے، تو اس کا یہ عمل موجب سزا ہو گا کہ نہیں۔ اگر ہو گا تو اسکا دائرہ کار کیا ہو گا؟ مختلف فقہی مسالک کی بناء پر اس مسئلہ میں بھی متعدد اقوال ہیں۔

حفییہ کی رائے

حفییہ کے ہاں اسے بامشقت قید میں رکھا جائے گا یہاں تک وہ توبہ کر لے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کتاب الخراج میں خلیفہ ہارون الرشید کو لکھتے ہیں:

**وَإِنْ كَانُوا مِنْ أَهْلِ الْإِسْلَامِ مَعْرُوفِينَ فَأُوْجَعُهُمْ عَقْوَةً وَأَطْلَ حَسْبَهُمْ
حَتَّى يَحْدُثُوا تَوْبَةً۔**

اگر (جاسوسوں کا) اہل اسلام سے ہونا معلوم ہو، تو انہیں تکلیف میں رکھیے، اور ان کی قید کی مدت بڑھاتے رہیں یہاں تک کہ وہ توبہ کر لیں۔

مالکیہ کی رائے

امام مالک سے مختلف روایات سے پانچ اقوال منقول ہیں:

- 1 - قتل کیا جائے گا، تو بقبول نہیں کی جائے گی۔

- 2 - نشانِ عبرت بنان کر کوڑے مارے جائیں، لمی مدت تک قید میں رکھا جائے اور پھر ملک

بدر کر دیا جائے۔

- 3 - امام اپنے اجتہاد سے جو مناسب سزا سمجھے وہ دے۔

- 4 قتل کیا جائے لیکن اگر توبہ کر لے تو معاف کر دیا جائے۔
- 5 اگر جاسوسی حساس نوعیت اور اہم امور کی ہو تو قتل کیا جائے، اگر ایسا نہ ہو تو وہ قید میں رکھا جائے یہاں تک کہ توبہ کر لے۔

شافعیہ کی رائے

امام شافعی رضی اللہ عنہ، اور ایک جماعت کا کہنا ہے کہ: تعزیر کی جائے گی قتل جائز نہیں، اور اگر کوئی صاحب حیثیت اور قبل قدر شخص سے ایسا ہو جائے تو اسے معاف کر دیا جائے۔
شرح الحمد ب میں امام نووی (676ھ) رحمہ اللہ تعالیٰ نقل فرماتے ہیں:

وقال الشافعى: إذا كان هذا من الرجل ذى الهيئة بجهالة كما كان من حاطب بجهالة وكان غير متهم أحببت أن يتغافى عنه وإن كان من غير ذى الهيئة كان للإمام تعزيره.

امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر یہ شخص صاحب حیثیت، اور حقیقت حال سے ناواقف ہو، اور غیر متهم ہو، جیسا کہ حاطب بن ابی بلقہ بنی اللہ تھے، تو اس سے درگزر کرنا میرے نزدیک پسندیدہ ہے، اور اگر صاحب حیثیت اور قبل قدر نہ ہو تو امام کو چاہیے کہ اسے تعزیر دے۔

خلاصہ کلام

تمام اقوال کو سامنے رکھ کر یہ بات واضح معلوم ہوتی ہے کہ خلیفۃ المسالمین (اگر خلافت قائم ہو)، بادشاہ وقت (اگر بادشاہت کا نظام ہو)، اور مجلس شوریٰ اور پارلیمنٹ (جمهوری دستور میں) کی صواب دید پر یہ مسئلہ رکھا جائے، تاکہ وہ حالات کے پیش نظر، جاسوسی کی کیفیت و ہیئت کو دیکھتے ہوئے، جاسوس کی شخصی حیثیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے، عامۃ المسالمین کے فائدہ اور نقصان کو سامنے رکھ کر جو مناسب تعزیر، یا با مشقت قید، یا معافی، جو بہتر سمجھیں وہ لاگو کریں۔ اگر عادی مجرم کیلئے قتل ناگزیر اور ضروری ہو جائے تو قتل کیا جائے۔

واللہ اعلم بالصواب وعلمه اکمل واتم۔

مراجع ومصادر

- (1) أنظر ترجمته: الطبقات الكبرى لابن سعد، 3/113، و معرفة الصحابة لأبي نعيم الأصبهاني، 695، الإستيعاب لابن عبد البر، 93، وأسد الغابة لابن الأثير الجزري، 1/528، والإصابة في تمييز الصحابة لابن حجر، 2/4.
- (2) أسد الغابة في معرفة الصحابة لابن الأثير الجزري، رقم الصحابي، 1011، ج: 1، ص: 408. مكتبة الصفاء، 1428هـ.
- (3) أسد الغابة في معرفة الصحابة، ج: 1، ص: 409.
- (4) معارف القرآن للشيخ محمد شفيع عثمان رحمة الله تعالى، تبع معارف القرآن ج: 8، ص: 401، س: 2008.
- (5) كتاب الخراج للإمام أبي يوسف (182)، فصل: فيمن مر بمساح الإسلام من أهل الحرب وما يؤخذ من الجوايس، ص: 207 المكتبة الأزهرية للتراث
- (6) التّوادر والزيادات على مَا في المدّونة من غيرها من الأهمّات لأبي محمد القيرواني، المالكي (المتوفى: 386هـ) الجزء الخامس من الجهاد في الجاسوس من مسلم وحربي وذمي، 353/3، دار الغرب الإسلامي، بيروت، ط: الأولى، 1999م.
- (7) (المجموع شرح المذهب للنوعي، 343/19) دار الفكر.



خوشخبری

ماہنامہ دارالتفوی کی انتظامیہ نے فیصلہ کیا ہے کہ ہر ماہ ”ماہنامہ دارالتفوی“ میں اپنے محترم اساتذہ کرام اور اکابرین کا انٹرویو شائع کیا جائے گا اس سلسلہ کی ابتداء اگلے ماہ سے کی جائی ہے اور سب سے پہلا انٹرویو شیخ الحدیث، استاذ العلامہ حضرت مولانا پروفیسر ڈاکٹر سعد صدیقی صاحب دامت برکاتہم کا شامل اشاعت کیا جائے گا۔ ادارہ



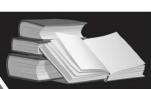
غیبت: ایک معاشرتی ناسور

مولانا محمد طارق نعمن

مولانا محمد طارق نعمن جامع مسجد خالد بن ولید مانسہرہ کے خطیب اور مدرسہ البنات صدیقه کائنات و جامعہ اسلامیہ انور مدینہ مانسہرہ کے ناظم تعلیمات ہیں۔ موصوف صوبائی اسلامک رائٹر موسویہ منٹ کے پی کے کونسے ہیں۔ آپ کے مضامین روزنامہ اسلام، اوصاف، ایک پرسیس، جگ، اخبار نو، شمال، جرات وغیرہ کے علاوہ دیگر اخبارات و رسائل میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔

غیبت ایک بڑی عادت ہے جس سے دین و دنیادونوں کی خرابی کا قوی اندیشہ ہے غیبت کرنے والا اپنے آپ کا لفظان کرتا ہے غیبت نکیوں میں کمی کا سبب بنتی ہے اور بندے کو لوگوں کی نظرؤں میں گردیتی ہے یہ ایک ایسا گناہ ہے جب تک جس کے بارے میں غیبت کی وہ معاف نہ کر لے یہ گناہ معاف نہیں ہو سکتا:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غیبت زنا سے بھی زیادہ سُگَّین ہے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم غیبت زنا سے زیادہ سخت و سُنَّین کیونکر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (بات یہ ہے کہ) آدمی اگر بد بختی سے زنا کر بھی لیتا ہے تو صرف توبہ کرنے سے اس کی معافی اور مغفرت اللہ پاک کی طرف سے ہو سکتی ہے مگر غیبت کرنے والے کو جب تک خود وہ شخص معاف نہ کر دے جس کی اس نے غیبت کی ہے، اس کی معافی اور بخشش



اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوگی (شعب الایمان للبیہقی)

غیبت کی تعریف

کسی انسان میں پائی جانے والی کسی برائی کا اس کی عدم موجودگی میں تذکرہ کرنا غیبت ہے۔

بعض فرماتے ہیں کہ کسی کی پیچھے پیچھے اس کے متعلق ایسی گفتگو کرنا جسے وہ ناپسند کرے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آدمی کی کسی ایسی بات کا تذکرہ کرنا جسے وہ ناپسند کرتا ہے خواہ اس کا تعلق اس کی شخصیت سے ہو یا اس کی ذات سے، دین و دنیا سے ہو یا مال و اولاد سے، مال باپ سے ہو یا زوج و خادمہ سے، حرکات و مکنات سے ہو یا خوشی و غمی سے، گفتگو سے ہو یا اشارہ و کنایہ سے غیبت ہی شمار ہوگی۔

اسی کا نام غیبت ہے

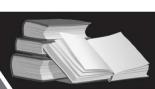
غیبت ایک ایسا مرض ہے کہ لوگوں کی کثیر تعداد شعوری اور غیر شعوری طور پر اس میں ملوث نظر آتی ہے۔ بظاہر خوشنما نظر آنے والے گناہوں کے اس سراب میں کھو کر صراط مستقیم سے لوگ ایسے دور ہٹتے ہیں کہ پھر گناہ و ثواب اور جزا و سزا ان کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتے اور جب کوئی ان بتلا حضرات کو اللہ کا خوف دلا کر اس سے منع کرتا ہے تو چالا کی وعیاری کے پردہ میں چھپا ہوا معمومیت بھرا ان کا جواب یہ ہوتا ہے۔

”لوبھائی اس میں کون سی غیبت والی بات ہے یہ عیب اس میں موجود تو ہے“، جب کہ اسی کا نام

غیبت ہے۔

غیبت کا حکم

غیبت کے عظیم خطرات کے پیش نظر علماء نے اسے کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے، اگر وہ اس سے توبہ نہیں کرتا۔ ابن حجر العسکری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: کہ بہت سارے صحیح اور واضح دلائل اس کے بڑا گناہ ہونے کی دلیل ہیں۔ لیکن اس کے مفاسد میں اختلاف ہونے کی وجہ سے اس کے بڑا اور چھوٹا ہونے میں اختلاف ہے۔ اور صاحب جو امع المکالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مال غصب کرنے اور کسی کو قتل کرنے کی قبیل میں شمار کیا ہے جو بالاجماع کبیرہ گناہ ہیں، آپ کا فرمان ہے کہ: ایک مسلمان کے لیے دوسرے مسلمان کی جان و مال اور عزت حرام ہے۔



غیبت اور الزام میں فرق

معلم انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے تو انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیرا پسے مسلمان بھائی کے متعلق ایسی بات ذکر کرنا جسے وہ ناپسند کرے۔ تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا اگر وہ بات اس میں پائی جاتی ہے جو میں ذکر کرتا ہوں تو فرمایا: اگر اس میں موجود بات کو کرے گا تو تو نے اس کی غیبت کی، اور اگر اس میں موجود نہیں ہے تو تو نے اس پر الزام لگایا۔ (رواه مسلم)

ثُلث عذاب غیبت کی وجہ سے

حضرت قادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں عذاب قبر کی ہمیں تین قسمیں بتائی گئیں ہیں، ایک ثُلث عذاب غیبت سے، ایک ثُلث پیشاب کے چھینٹوں سے اور ایک ثُلث چغل خوری سے عذاب ہوگا۔

سفرِ معراج اور غیبت کرنے والوں کو سزا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جب مجھے معراج کرائی گئی، میں ایسی قوم کے پاس سے گزر جن کے ناخن تانبے کے تھے جن سے وہ اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے، میں نے جریل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ تو اس نے بتایا یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے اور ان کی عزتوں کو پامال کرتے تھے۔ (یعنی لوگوں کی غیبت کیا کرتے تھے) (احمد، ابو داؤد)

غیبت کرنے والے کی سزا

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وی فرمائی جو شخص غیبت کا شکار ہوا اور پھر اس نے توبہ کر لی تب بھی وہ جنت میں سب سے آخر میں داخل ہوگا اور جو شخص غیبت پر مصروف ہوا وہ جہنم میں سب سے پہلے ڈالا جائے گا (نزہۃ المجالس)

غیبت کی بدبو

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ ایک گندی اور

بد بودار ہوا چلی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس ہوا کے متعلق جانتے ہو؟

یہ مونوں کی غیبت کرنے والوں کی (غیبت کی) بدبو ہے۔ (احمد ابن الہدیا)

سمندر کے پانی کا ذائقہ تبدیل

حضرت عائشہ صدیقہؓ بیٹیا بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت صفیہؓ بیٹیا کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا کہ وہ ایسی ایسی ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ چھوٹے قدم کی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو نے ایسا کلمہ کہا ہے اگر اسے سمندر کے پانی میں ملا دیا جائے تو اس کا ذائقہ بھی تبدیل ہو جائے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

غیبت کے نقصانات

غیبت کا سب سے بڑا نقصان تو یہی ہے کہ غیبت کرنے والے کی معنوی وجودی شخصیت ٹوٹ پھوٹ جاتی ہے۔ جو لوگ غیبت کے عادی ہو گئے ہیں انہوں نے اپنی غیرت و اخلاق کو کھو دیا ہے کیونکہ یہ لوگ عیوب کو اور رازوں کو ظاہر کر کے لوگوں کے دلوں کو زخمی کرتے ہیں جس کی وجہ سے یہ خود بھی اخلاق کی بلندی کو نہیں پہنچ سکتے اور عزت کا مقام حاصل نہیں کر سکتے۔

غیبت بزرگ ترین محل فضیلت کو ویران کر دیتی ہے اور انسان کے پاک و صاف خصائص کو بہت جلد کمزور کر دیتی ہے بلکہ یہ غیبت خود غیبت کرنے والے کے دل میں فضیلوں کی رگوں کو جلا دیتی ہے اور انا پید کر دیتی ہے۔

غیبت نے معاشرے کے اندر کینہ و دشمنی کو بڑھادیا ہے۔ جس قوم کے اندر یہ صفت رائج ہوئی ہے اس نے قوم کی عظمت کو خاک میں ملا دیا ہے اس کی شہرت کو داغدار بنادیا ہے اور اس ملت کے اندر ایسا شگاف ڈال دیا ہے جو بھرنے والا نہیں ہے آج غیبت کا بازار ہر جگہ گرم ہے۔ اور اس نے ہر طبقہ کے اندر رخنہ پیدا کر دیا ہے۔ پیار، اخوت ختم ہو چکا ہے سلام کا جواب دینا تو دور کی بات سلام کرنا مشکل ہو چکا ہے ایک دوسرے کو حقارت کی نظر سے دیکھنے میں بھی غیبت ہی کا فرماء ہے۔ اسی کی وجہ سے آپسی اعتماد ختم ہو گیا ہے۔



غیبت ایک عملی یہاری ہے مگر اس کا تعلق انسان کی روح سے ہے اور یہ ایک خطرناک روحانی بحران کی علامت و نشانی ہے

غیبت کے اسباب میں اہم ترین حسد، غصہ، خودخواہی، بدگمانی ہیں۔ ان اسباب کی وجہ سے انسان غیبت کی محفل کو سجا تھے اور اپنے من کو لطف پہنچانے کی ناکام کوشش کرتا ہے جیسی بن معاد فرماتے ہیں کہ ہر مسلمان کو اپنے اندر تین اوصاف و خوبیاں رکھنی چاہئیں۔

1۔ اگر آپ اپنے بھائی کو نفع نہیں دے سکتے تو نقصان بھی نہ دیں۔

2۔ اگر اسے خوشی نہیں دے سکتے تو معموم بھی نہ کریں۔

3۔ اگر اس کی تعریف نہیں کر سکتے تو مذمت بھی نہ کریں۔

آج ہماری اکثریت ان اوصاف سے محروم نظر آتی ہے جن اوصاف سے متصف ہونا چاہیے وہ تو کہیں نظر نہیں آتے مگر دوسرا بدرجہ اتم موجود ہیں۔ جہاں پر غیبت کی محفل سمجھتی ہے وہاں کثیر تعداد دکھائی دیتی ہے اور جہاں اصلاحی مجالس ہوں وہاں سے راہ فرار اختیار کی جاتی ہے یاد رکھیے یہ ہمارے وجود میں ایمان کی کمزوری ہے ہمیں اپنی محافل و مجالس میں غیبت سے بچنا چاہیئے اور اگر کوئی کر رہا ہو تو اسے سمجھانا چاہیے اور اپنے مسلمان بھائیوں و بہنوں کا دفاع کرنا چاہیئے کیونکہ اس میں بھی اجر و ثواب ہے۔

اللہ پاک ہمیں غیبت اور اسباب غیبت سے محفوظ فرمائے (آمین یا رب العالمین بحرمة سید الانبیاء والمرسلین)

تھے جب اپنی برا بائیوں سے بخبر
رہے ڈھونڈتے اور وہیں کے عیب و ہنر
پڑی اپنی برا بائیوں پہ جب نظر
تو نگاہ میں کوئی برا نہ رہا



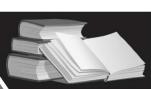
جھوٹ معاشرے کو تباہ و بر باد کرتا ہے

مولانا خورشید عالم داؤ دقا سعی

ہیڈ آف اسلامک سٹڈیز ڈپارٹمنٹ، زامبیا، افریقہ

مضمون نگار: ماہ نامہ دار العلوم دیوبند انڈیا

سب جانتے ہیں کہ بے بنیاد باتوں کو لوگوں میں پھیلانے، جھوٹ بولنے اور افواہ کا بازار گرم کرنے سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ ہاں! اتنی بات تو ضرور ہے کہ یہی جھوٹ، چاہے جان کر ہو، یا آنجانے میں ہو، کتنے لوگوں کو ایک آدمی سے بدظن کر دیتا ہے، لڑائی، جھگڑا اور خون و خرابہ کا ذریعہ ہوتا ہے، کبھی تو بڑے بڑے فساد کا سبب بنتا ہے اور بسا اوقات پورے معاشرے کو تباہ و بر باد کر کے رکھ دیتا ہے۔ جب جھوٹ بولنے والے کی حقیقت لوگوں کے سامنے آتی ہے، تو وہ بھی لوگوں کی نظر سے گرجاتا ہے، اپنا اعتناد کھو بیٹھتا ہے اور پھر لوگوں کے درمیان اس کی کسی بات کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ جھوٹ کیا ہے؟ لفظ جھوٹ کو عربی زبان میں ”کذب“ کہتے ہیں۔ خلاف واقعہ کسی بات کی خبر دینا، چاہے وہ خبر دینا جان بوجھ کر ہو، یا غلطی سے ہو، جھوٹ کہلاتا ہے۔ (المصباح الہمیر) اگر خبر دینے والے کو اس بات کا علم ہو کہ یہ جھوٹ ہے، تو وہ گنہگار ہو گا، پھر وہ جھوٹ اگر کسی کے لیے ضرر کا سبب بنے، تو یہ گناہ کبیرہ میں شمار کیا جائے گا، ورنہ تو گناہ صغیرہ ہو گا۔ قرآن کریم میں جھوٹوں کا انجام اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ انسان کوئی بات بلا تحقیق کے اپنی زبان سے نہ کالے۔ اگر وہ ایسا کرتا ہے، تو پھر اس کی جواب دہی کے لیے تیار رہے۔



ارشادِ خداوندی ہے: «وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْتُوًلا». (سورۃ الاسراء: ۳۶) ترجمہ: ”اور جس بات کی تحقیق نہ ہوا س پر عمل درآمد مت کیا کر، کان اور آنکھ اور دل ہر شخص سے اس سب کی پوچھ ہوگی۔“

آیت مذکورہ کی تفسیر میں علامہ شیعہ احمد عثمانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”یعنی بے تحقیق بات زبان سے مت نکال، نہ اس کی اندھا دھنڈ پریو کر، آدمی کو چاہیے کہ کان، آنکھ اور دل و دماغ سے کام لے کر اور بقدرِ کفایت تحقیق کر کے کوئی بات منہ سے نکالے یا عمل میں لائے، سنبھالی باتوں پر بے سوچ سمجھے یوں ہی اٹکل پچوکوئی قطعی حکم نہ لگائے یا عمل درآمد شروع نہ کر دے۔ اس میں جھوٹی شہادت دینا، غلط تہمتیں لگانا، بے تحقیق چیزیں سن کر کسی کے درپے آزار ہونا، یا بغرض وعداوت قائم کر لینا، باپ دادا کی تقلید یا رسم و رواج کی پابندی میں خلافِ شرع اور ناحق باتوں کی حمایت کرنا، ان دیکھی، یا ان سنبھالی چیزوں کو دیکھی یا سنی ہوئی بتانا، غیر معلوم اشیاء کی نسبت دعویٰ کرنا کہ میں جانتا ہوں، یہ سب صورتیں اس آیت کے تحت میں داخل ہیں۔ یاد رکھنا چاہیے کہ قیامت کے دن تمام قویٰ کی نسبت سوال ہو گا کہ ان کو کہاں کہاں استعمال کیا تھا؟ بے موقع تو خرچ نہیں کیا؟“ (تفسیر عثمانی) انسان جب بھی کچھ بولتا ہے تو اللہ کے فرشتے اسے نوٹ کرتے رہتے ہیں، پھر اسے اس ریکارڈ کے مطابق اللہ کے سامنے قیامت کے دن جزا و سزادی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”مَا يَلْفُظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتَيْلٌ“ (سورۃ ق: ۱۸) ترجمہ: ”وہ کوئی لفظ منہ سے نہیں نکالنے پاتا، مگر اس کے پاس ہی ایک تاک لگانے والا تیار ہے۔“

یعنی انسان کوئی کلمہ جسے اپنی زبان سے نکالتا ہے، اُسے یہ گمراہ فرشتے محفوظ کر لیتے ہیں۔ یہ فرشتے اس کا ایک ایک لفظ لکھتے ہیں، خواہ اس میں کوئی گناہ یا ثواب اور خیر یا شر ہو یا نہ ہو۔ امام احمدؓ نے بلال بن حارث مرنی سے روایت کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ”انسان بعض اوقات کوئی کلمہ خیر بولتا ہے، جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے، مگر یہ اس کو معمولی بات سمجھ کر بولتا ہے، اس کو پہنچنی نہیں ہوتا کہ اس کا ثواب کہاں تک پہنچا کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے اپنی رضاۓ دائیٰ قیامت تک کی لکھ دیتے ہیں۔ اسی طرح انسان کوئی کلمہ اللہ کی ناراضی کا (معمولی سمجھ کر) زبان سے نکال دیتا ہے، اس کو گمان نہیں ہوتا کہ اس کا

گناہ و بال کہاں تک پہنچ گا؟ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس شخص سے اپنی داعی ناراضی قیامت تک کے لیے لکھ دیتے ہیں۔“ (ابن کثیر، تلخیص، از: معارف القرآن، ج: ۸، ص: ۱۳۳) جھوٹ بولنا گناہ کبیر ہے اور یہ ایسا گناہ کبیر ہے کہ قرآن کریم میں، جھوٹ بولنے والوں پر اللہ کی لعنت کی گئی ہے۔ ارشادِ رباني ہے: ”فَنَجْعَلُ لَعْنَةَ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ۔“ (سورہ آل عمران: ۶۱) ترجمہ: ”لعنت کریں اللہ کی اُن پر جو کہ جھوٹے ہیں۔“

حدیث شریف میں جھوٹ کی نہ مرت جیسا کہ مندرجہ بالا قرآنی آیات میں جھوٹ اور بلا تحقیق کسی بات کے پھیلانے کی قباحت و شناخت بیان کی گئی ہے، اسی طرح احادیث مبارکہ میں بھی اس بدترین گناہ کی قباحت و شناخت کھلے عام بیان کی گئی ہے۔ ہم ذیل میں چند احادیث مختصر و ضاحت کے ساتھ پیش کرتے ہیں: ایک حدیث میں یہ ہے کہ جھوٹ اور ایمان جمع نہیں ہو سکتے، لہذا اللہ کے رسول ﷺ نے جھوٹ کو ایمان کا منافی عمل قرار دیا ہے۔ حدیث ملاحظہ فرمائیے: ”عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ۔ أَنَّهُ قَيْلَ لِرَسُولِ اللَّهِ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- أَيْكُونُ الْمُؤْمِنُ جَبَانًا؟ فَقَالَ: “نَعَمْ۔ فَقِيلَ لَهُ: أَيْكُونُ الْمُؤْمِنُ بَخِيلًا؟ فَقَالَ: “نَعَمْ۔ فَقِيلَ لَهُ: أَيْكُونُ الْمُؤْمِنُ كَذَابًا؟ فَقَالَ: “لَا۔“ (مؤطراً مام مالک، حدیث: ۳۶۳۰ / ۸۲۲)

ترجمہ: ”حضرت صفووان بن سلیم رض بیان کرتے ہیں: اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھا گیا: کیا مومن بزدل ہو سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: ”ہا۔“ پھر سوال کیا گیا: کیا مسلمان بخیل ہو سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: ”ہا۔“ پھر عرض کیا گیا: کیا مسلمان جھوٹ ہو سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: ”نہیں (اہل ایمان جھوٹ نہیں بول سکتا)۔“

ایک حدیث شریف میں جن چار خصلتوں کو محمد عربی ﷺ نے نفاق کی علامات قرار دیا ہے، ان میں ایک جھوٹ بولنا بھی ہے، لہذا جو شخص جھوٹ بولتا ہے، وہ خصلتِ نفاق سے متصف ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے: ”أَرَبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَمَنْ كَانَ فِيهِ خَصْلَةً مِنْهُنَّ كَانَ فِيهِ خَصْلَةً مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدْعَهَا: إِذَا أَوْتُمْ خَانَ، وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا

عَاهَدَ عَذَرَ، وَإِذَا أَخَاصَمْ بَغَرَ۔ (صحیح بخاری، حدیث: ۳۲)

ترجمہ: ”جس میں چار خصلتیں ہوں گی، وہ خالص منافق ہے اور جس شخص میں ان خصلتوں میں کوئی ایک خصلت پائی جائے، تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہے، تا آں کہ وہ اسے چھوڑ دے: جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو دھوکہ دے اور جب لڑائی جھگڑا کرے تو گالم گلوچ کرے۔“ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب بندہ جھوٹ بولتا ہے، تو رحمت کے فرشتے اس سے ایک میل دور ہو جاتے ہیں: إِذَا كَذَبَ الْعَبْدُ تَبَاعَدَ عَنْهُ الْبَلْكُ مِيلًا مِنْ نَّتْنِي مَا جَاءَ بِهِ۔ (سنن ترمذی: ۱۹۷۲)

ترجمہ: ”جب آدمی جھوٹ بولتا ہے تو اس سے جو بدبوآتی ہے اس کی وجہ سے فرشتے اس سے ایک میل دور ہو جاتا ہے۔“

ایک حدیث میں پیارے نبی ﷺ نے جھوٹ کو فتن و فجور اور گناہ کی طرف لے جانے والی بات شمار کیا ہے۔ حدیث کے الفاظ درج ذیل ہیں: ”--- إِنَّ الْكَذِبَ يَهُدِي إِلَى الْفُجُورِ، وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهُدِي إِلَى النَّارِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكُذِبُ حَتَّى يُكَتَبَ عِنْدَ اللَّهِ كَذَّابًا۔“ (صحیح بخاری، حدیث: ۶۰۹۲)

ترجمہ: ”یقیناً جھوٹ برائی کی رہنمائی کرتا ہے اور برائی جہنم میں لے جاتی ہے اور آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے، تا آں کہ اللہ کے یہاں ”کذاب“ (بہت زیادہ جھوٹ بولنے والا) لکھا جاتا ہے۔“

رسول ﷺ نے ایک حدیث میں جھوٹ بولنے کو بڑی خیانت قرار دیا ہے۔ خیانت تو خود ہی ایک مبغوض عمل ہے، پھر اس کا بڑا ہونا یہ کتنی بڑی بات ہے! حدیث ذیل میں ملاحظہ فرمائیں: ”كَبُرُّتِ خِيَانَةً أَنْ تُخَذِّلَ أَخَالَ حَدِيثًا هُوَ لَكَ بِهِ مُضَّيقٌ، وَأَنْتَ لَهُ بِهِ كَاذِبٌ۔“ (سنن ابو داؤد، حدیث: ۲۹۷۱) ترجمہ: ”یہ ایک بڑی خیانت ہے کہ تم اپنے بھائی سے ایسی بات بیان کرو، جس حوالے سے وہ تجھے سچا سمجھتا ہے، حالانکہ تم اس سے جھوٹ بول رہے ہو۔“

ایک حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ نے جھوٹ کو کبیرہ گناہوں میں بھی بڑا گناہ شمار کیا

ہے: ”عَنْ أَيِّ بَكْرَةَ -رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ۔ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-: “أَلَا أُنِسُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ؟” ثَلَاثًا، قَالُوا: بَلِّي يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: “إِلَّا شَرَكُ إِلَّا شَرَكُ الْوَالَدَيْنِ -وَكَانَ مُتَّكِئًا فَقَالَ- أَلَا وَقُولُ الزُّورِ.” قَالَ: فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتَّى قُلْنَا: لَيْتَنَا سَكَتَ-“ (صحیح بخاری، حدیث: ۲۶۵۳)

”حضرت ابو بکرہ بنی عبدہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”کیا میں تمہیں وہ گناہ نہ بتلاوں جو کبیرہ گناہوں میں بھی بڑے ہیں؟ تین بار فرمایا۔ پھر صحابہ کرام صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: جی ہاں! اے اللہ کے رسول!۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم میٹھے گئے، جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (تکیہ پر) نیک لگائے ہوئے تھے، پھر فرمایا: ”خبردار! اور جھوٹ بولنا بھی (کبیرہ گناہوں میں بڑا گناہ ہے)۔“

صرف یہی نہیں کہ ایسا جھوٹ جس میں فساد و بگاڑ اور ایک آدمی پر اس جھوٹ سے ظلم ہو رہا ہو، وہی منوع ہے، بلکہ لطف اندوزی اور ہنسنے ہنسانے کے لیے بھی جھوٹ بولنا منوع ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وَيَقُولُ لِلَّذِي يُحِبُّ لِلْحَدِيثِ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ فَيَكِنْدِبُ وَيَأْلَهُ وَيَأْلِهُ (سنن ترمذی، حدیث: ۲۳۱۵)

ترجمہ: ”وَهُنَّ خُصُّ بِرَبِّهِمْ مَنْ يَأْتِي بِالْحَدِيثِ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ فَيَكِنْدِبُ وَيَأْلَهُ وَيَأْلِهُ (بول جاتا ہے، ایسے شخص کے لیے بربادی ہو، ایسے شخص کے لیے بربادی ہو)“

جھوٹ بولنا حرام ہے شریعت مطہرہ اسلامیہ میں جھوٹ بولنا اکبر کبار (کبیرہ گناہوں میں بھی بڑا گناہ) اور حرام ہے، جیسا کہ قرآن و احادیث کی تعلیمات سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْكَاذِبُونَ۔“ (سورہ انحل: ۱۰۵)

ترجمہ: ”پس جھوٹ افترانے والے تو یہی لوگ ہیں، جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے اور یہ لوگ ہیں پورے جھوٹے۔“

ایک دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے: ”وَلَا تَقُولُوا إِلَيْا تَصُفُ الْسِّنَّتُكُمُ الْكَذِبَ هَذَا

حَلَالٌ وَّهَذَا حَرَامٌ لِّتُفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبِ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ (سورة انحل: ۱۱۶)

ترجمہ: ”اور جن چیزوں کے بارے میں مخفی تمہارا جھوٹ زبانی دعویٰ ہے، ان کی نسبت یوں مت کہہ دیا کرو کہ فلاںی چیز حلال ہے اور فلاںی چیز حرام ہے، جس کا حاصل یہ ہو گا کہ اللہ پر جھوٹی تہمت لگادو گے، بلاشبہ جو لوگ اللہ پر جھوٹ لگاتے ہیں، وہ فلاں نہ پاویں گے۔“

چند موقع پر جھوٹ کی اجازت شیخ الاسلام ابو زکریا محبی الدین یقینی بن شرف نووی (رحمۃ اللہ علیہ) (۶۳۱-۶۷۶ھ) اپنی مشہور کتاب: ”ریاض الصالحین“ میں ”باب بیان ما یکوز من الکذب“ کے تحت رقم طراز ہیں: ”آپ جان لیں کہ جھوٹ اگرچہ اس کی اصل حرام ہے، مگر بعض حالات میں چند شرائط کے ساتھ جائز ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بات چیت مقاصد (تک حصول) کا وسیلہ ہے، لہذا ہر وہ اچھا مقصد جس کا حصول بغیر جھوٹ کے ممکن ہو، وہاں جھوٹ بولنا حرام ہے۔ اگر اس کا حصول بغیر جھوٹ کے ممکن ہی نہ ہو، وہاں جھوٹ بولنا جائز ہے۔ پھر اگر اس مقصد کا حاصل کرنا ”مباح“ ہے، تو جھوٹ بولنا بھی مباح کے درجے میں ہے۔

اگر اس کا حصول واجب ہے تو جھوٹ بولنا بھی واجب کے درجے میں ہے۔ چنانچہ جب ایک مسلمان کسی ایسے ظالم سے چھپ جائے، جو اس کا قتل کرنا چاہتا ہے، یا پھر اس کا مال چھیننا چاہتا ہے اور اس نے اس مال کو چھپا کر کھین رکھ دیا ہو، پھر ایک شخص اس حوالے سے سوال کیا جاتا ہے (کہ وہ شخص یا مال کہاں ہے؟) تو یہاں اس (شخص یا مال) کو چھپانے کے لیے جھوٹ بولنا واجب ہے۔ اسی طرح کسی کے پاس امانت رکھی ہوئی ہو، ایک ظالم شخص اس کو غصب کرنا چاہتا ہے، تو یہاں بھی اس کو چھپانے کے لیے جھوٹ بولنا واجب ہے۔ زیادہ محتاط طریقہ یہ ہے کہ ان صورتوں میں ”توریہ“ اختیار کیا جائے۔ توریہ کا مطلب یہ ہے کہ (بولنے والا شخص) اپنے الفاظ سے ایسے درست مقصود کا ارادہ کرے، جو اس کے لحاظ سے جھوٹ نہ ہو، اگرچہ ظاہری الفاظ اور مناظب کی تصحیح کے اعتبار سے وہ جھوٹ ہو۔

اگر وہ شخص ”توریہ“ سے کام لینے کے بجائے صراحتاً جھوٹ بھی بولتا ہے، تو یہ ان صورتوں میں



حرام نہیں ہے۔“ (باب بیان ما بکوز من الکذب، ریاض الصالحین) جھوٹ اعتماد و یقین کو ختم کر دیتا ہے مذکورہ بالا استثنائی صورتوں کے علاوہ ہمیں جھوٹ بولنے سے گریز کرنا چاہیے۔ جھوٹ کبیرہ گناہوں میں سے ہے، لہذا جھوٹ بولنا دنیا و آخرت میں سخت نقصان اور محرومی کا سبب ہے۔

جھوٹ اللہ رب العالمین اور نبی کریم ﷺ کی ناراضگی کا باعث ہے۔ جھوٹ ایک ایسی بیماری ہے، جو دوسرا بیمار یوں کے مقابلہ میں بہت عام ہے۔ لوگ جھوٹی جھوٹی باتوں کے لیے جھوٹ کا ارتکاب کرتے ہیں اور اس بات کی پرواہ نہیں کرتے کہ اس جھوٹ سے انہوں نے کیا پایا اور کیا کھویا؟ جب لوگوں کو جھوٹے شخص کی پہچان ہو جاتی ہے، تو لوگ اس کو کچھ غاطر میں نہیں لاتے ہیں۔

جوہٹ بولنے والا شخص کبھی کبھار حقیقی پر یقینی میں ہوتا ہے، مگر سننے والا اس کی بات پر اعتماد نہیں کرتا۔ ایسے شخص پر یقین کرنا مشکل ہو جاتا ہے، کیوں کہ وہ اپنے اعتقاد و یقین کو محروم کر چکا ہے۔ حرف آخربھوٹ ایک ایسی بیماری ہے جو معاشرہ میں بگاڑ پیدا کرتی ہے۔ لوگوں کے درمیان لڑائی، جھگڑے کا سبب بنتی ہے۔ دوآدمیوں کے درمیان عداوت و دشمنی کو پروان چڑھاتی ہے۔ اس سے آپس میں ناجاہی برہشتی ہے۔ اگر ہم ایک صالح معاشرہ کا فرد بننا چاہتے ہیں، تو یہ ہماری ذمے داری ہے کہ ہم لوگوں کو جھوٹ کے مفاسد سے آگاہ اور باخبر کریں، جھوٹے لوگوں کی خبر پر اعتماد نہ کریں، کسی بھی بات کی تحقیق کے بغیر اس پر عمل نہ دیں۔

اگر ایک آدمی کوئی بات آپ سے نقل کرتا ہے تو اس سے اس بات کے ثبوت کا مطالبہ کریں۔ اگر وہ ثبوت پیش نہیں کر پاتا تو اس کی بات پر کوئی توجہ نہ دیں اور اسے دھنکاریں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ: ”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹ سے زیادہ کوئی عادت ناپسند نہیں تھی، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر کسی کے حوالے سے یہ معلوم ہو جاتا کہ وہ دروغ گو ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں کدورت بیٹھ جاتی اور اس وقت تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل صاف نہیں ہوتا، جب تک یہ معلوم نہ ہو جاتا کہ اس نے اللہ سے اپنے گناہ کی نئے سرے سے توبہ نہیں کر لی ہے۔ (مسند احمد، بکوالہ احیاء العلوم، ج: ۳، ص: ۲۰۹)

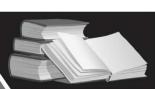


سماں فون۔ اخلاقِ رذیلہ کا سرچشمہ

جناب فیروز عبداللہ میمن

اسماں فون کی وجہ سے عوام و خواص، خواہ مرد ہوں یا خواتین ہوں، مختلف قسم کے اخلاقِ رذیلہ میں بتلا ہو جاتے ہیں اور ان کو اپنی اصلاح کی فکر بھی نہیں ہوتی۔ غیبت کا بازار گرم ہے میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے دوستی لگائیں، اتنی دیر اللہ سے بات چیت کریں، کیا فون پر طویل گفتگو میں کوئی غیبت نہیں کرتا؟ لمبی گفتگو میں غیبت سے کیسے بچ سکتے ہیں؟ حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جہاں کہیں دعوتوں نے باتیں شروع کیں، تھوڑی دیر بعد غیبت شروع ہو جائے گی، الاما شاء اللہ۔ اور یہ بھی حضرت تھانوی رضی اللہ عنہ کی بات ہے، فرمایا کہ: ”اجی! اپنے بکھیرے تھوڑے ہیں جو تم دوسروں کے بکھیروں میں پڑیں؟“ جب پہلے یہ پچھ نہیں تھے تو رشته داروں اور دوستوں سے کیسے بات کرتے تھے؟ اب بھی ویسے ہی کرو، پانچ منٹ دس منٹ کرلو۔

کئی گھنٹے موبائل پیچ پر فضول باتیں کرنا کیا یہ گناہ نہیں ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ پوچھیں گے نہیں کہ تم نے وقت کہاں استعمال کیا؟ میں یہ بات ایسے ہی نہیں کہہ رہا، لوگ چار چار پانچ پانچ گھنٹے مفت پیچ پر باتیں کر رہے ہیں۔ تجسس اور پروپیگنڈا کر کے بدنام کرنا آج کل ایک دوسرے کے راز کے پیچھے پڑتے ہیں، تجسس کرتے ہیں، غلطیوں کی ٹوہ لگاتے ہیں اور بعض بے حیا موبائل ہیک کر کے تمام ڈیٹا چوری کر لیتے ہیں، پھر عزت کی دھیاں اڑا کر مزے لیتے ہیں، حالانکہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کعبہ شریف کو دیکھ کر فرمایا تھا: ”اے کعبہ! تیری عزت سر آنکھوں پر ہے، لیکن مومن کی آبروجھ سے بڑھ کر ہے۔“ بجائے اس



کے کہ دوسروں کے عیبوں پر پرده رکھنے کو اور پھیلاتے ہیں، حالانکہ دوسروں کے عیب کو چھپانے کا حکم ہے۔ موبائل کے ذریعے پرده دری، پروپیگنڈہ، جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ بنانا بھی عام ہوتا جا رہا ہے۔ گناہوں کی تصویر بنانے کرتاتے اور ذلیل کرتے ہیں، حالانکہ عیب دیکھنا بھی منع اور عیب ظاہر کرنا بھی گناہ ہے۔

کسی کو ذلیل کرنے پر وعید

حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ سرورِ عالم رسالت آب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جو بندہ دنیا میں کسی بندے کے عیب چھپائے گا، قیامت کے دن اللہ اس کے عیب چھپائے گا۔“

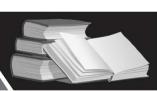
تمام مخلوق اللہ کی عیال ہے، اور اللہ کو اپنے بندوں کی عیب جوئی، ان کو بدنام کرنا سخت ناپسند ہے، اتنا ناپسند ہے کہ اس کو زنا سے زیادہ اشد قرار دے دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”غائبت زنا سے بھی زیادہ شدید ہے۔“ ہمارے حضرت والا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کی مثال دیا کرتے تھے کہ دیکھو! اپنا بیٹا کتنا ہی نالائق ہوا اور باپ اسے ڈانتا بھی ہو، مگر باپ یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ میرے بیٹے پر محلہ میں کوئی دوسرا تبصرہ کرے، اس سے اس کا دل دکھتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کو حق ہے اپنے بندوں کو ڈانت لگانے کا، مگر تم کیوں اس پر تبصرہ کرتے ہو؟ اگر تم واقعی مختص ہو تو اسے ادب و اکرام سے سمجھاؤ، اس کے لیے دعا نہیں مانگو، روز کے اے اللہ! وہ بنمازی ہے اسے نمازی بنادے، کچھ آنسو گراؤ، پھر دیکھو! تمہارے دل میں کیسا نور بڑھتا ہے۔

والٹ اپ گروپ کی وجہ سے جھگڑے

سامارٹ فون پر خاندانوں اور دوستوں کے والٹ اپ گروپ بننے ہوئے ہیں، جس میں فضول

بحث و مباحثوں کے ساتھ غیبت، بہتان تراثی اور تقدیم کا بازار گرم رہتا ہے، اس کو گناہ ہی نہیں سمجھتے۔

فضول باتوں میں وقت الگ بر باد کرتے ہیں اور تلخیاں الگ ہوتی ہیں۔ ساس بھو میں کچھ جھگڑا ہوا اور بہونا راض ہو کر میکے چلی گئی تو نیٹ کے گروپ میں غیبت، برائی اور الزامات الگ کر مزید دوریاں پیدا کرتے ہیں۔ خاندان کے جھگڑے، میاں بیوی، ساس بھو کے جھگڑے ٹیپ کر لیتے ہیں، پھر اس میں سے اپنی غلط باتوں کو نکال کر دوسروں کی غلطیوں کو پھیلاتے ہیں، صلح کے بجائے آگ لگا کر طلاق کر دیتے ہیں، کیونکہ جوڑنے والے کم اور توڑنے والے اور تماشاد کیکر خوش ہونے والے زیادہ ہوتے ہیں۔



بیک میلگ کرنا

موباں کے ذریعے بیک میل کرنے کا سلسلہ بھی عام ہے، لوگوں کی بدعائیں لیتے ہیں، عزت والے لوگ بنام ہو جاتے ہیں اور یہ لوگ خوشیاں مناتے ہیں کہ تم نے بڑا کارنامہ کر لیا۔ اسی طرح بعض لوگ علماء اور بزرگانِ دین کی ویب سائٹ ہیک کر کے اس پر غلط چیزیں ڈال کر ان کو بنام کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لیتے ہیں۔

موباں کے استعمال کی وجہ سے اخلاق خراب

موباں کی فضولیات کے ساتھ نہ شوہر کی اطاعت ہو سکتی ہے، نہ ماں باپ، ساس سسر کی خدمت ہو سکتی ہے، نہ اولاد کی تربیت ہو سکتی ہے، خاتون جب فون یا نیٹ کے ذریعہ پیکچر پر بات کرے گی، اور اس دوران جب بچہ روئے گا، اسے بھوک لگے گی یا پیشاب پاخانہ کر دے گا تو خاتون اُسے برا بھلا کہے گی، مارے گی، کیونکہ فون تو وہ بند نہیں کرے گی، معصوم بچے کی پٹائی کرنے سے کیا اللہ تعالیٰ راضی ہو گا؟۔

ریا اور حب جاہ کا مرض جو

لوگ اسماڑ فون رکھتے ہیں، اس سے فیشن پرستی میں بھی بتلا ہونے کا خدشہ ہے، کہتے ہیں کہ فلاں کے پاس ایسے جدید فیشن والا موبائل ہے تو میرے پاس بھی ہونا چاہیے۔ احساسِ کمتری، ریا، دکھلاوا، شرکِ خفی میں بتلا ہو رہے ہیں، مہنگا موبائل خریدنے میں جاہ بھی چھپی ہوئی ہے کہ شہرت ملے اور لوگ تعریف کریں کہ میرے پاس قیمتی موبائل ہے، نئے نئے ڈیزائن کے مہنگے موبائل خرید لیتے ہیں، پھر دوسروں کو دکھانے کے لیے ان کے بات کرنے کا انداز بدل جاتا ہے، بات بات پر جان بوجھ کر موبائل دکھاتے ہیں کہ مرے پاس اتنا مہنگا موبائل ہے۔ کیا یہ ریا نہیں ہے؟ اب جن کے پاس بڑا موبائل نہیں ہو گا تو اگر وہ سمجھدار ہوں گے تو خوش ہوں گے کہ اس بلا سے اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا اور اگر عقلمند نہیں ہوں گے تو احساسِ کمتری کا شکار ہو جائیں گے۔

ناشکری اور حرص کا مرض

اسماڑ فون سے ناشکری اور حرص کا بھی مرض پیدا ہوتا ہے، کیسے؟ خواتین ویب کیمرہ یا واٹس



اپ پر اپنے رشتہ داروں کے گھر کی مختلف اشیاء مثلاً پر دے، کراکری، کھلونے، کپڑے وغیرہ دیکھ کر ناشکری کرتی ہیں کہ: ”ہمارے پاس یہ سب کیوں نہیں ہے؟“ اسی طرح مختلف ملکوں کے رشتہ داروں سے رابطہ ہوتا ہے تو ان سے کہتے ہیں کہ اپنا گھر دکھاؤ، بیٹھنے کی جگہ دکھاؤ، کراکری، کارپٹ وغیرہ دکھاؤ، جو چیزیں چھپا کر رکھنے کی ہیں، وہ سب لائیو دکھار ہے ہیں، یا ویڈیو بنا کر بھیج رہے ہیں۔ جن لوگوں کے پاس یہ چیزیں نہیں ہوں گی ان کو حسرت ہوگی، وہ ناشکری کے گناہ میں مبتلا ہوں گے اور دکھانے والا ریا کے گناہ میں مبتلا ہوگا۔ یہ سب دکھانے کا مقصد کیا ہوتا ہے؟ یہی کہ سب پوچھیں کہ یہ چیز کتنے کی لی ہے؟ اور ہمارا رب مجھے کہ اچھا! اتنی مہنگی لی ہے۔

اسی طرح اپنی بچیوں کے جہیز کا سامان، زیورات اور کپڑے دوسروں کو موبائل پر دکھانے سے نظر بھی لگتی ہے، پھر روتے ہیں کہ نظر لگ گئی۔

گنجائش سے مہنگی چیزیں خریدنے کے لیے قرض لینا

دوسری بات یہ ہے کہ جب یہاں اس کو خریدنے کی استطاعت نہیں ہوگی تو سود والے کریڈٹ کارڈ سے قرض لیا جائے گا اور قرضوں میں ڈوبتے چلے جائیں گے، ہر وقت مقرضوں ہیں، ہر وقت دوسروں کی طرف دیکھ رہے ہیں، گھر کی خواتین کی فرمائشیں بھی کم نہیں ہوتیں، جیسے کسی بڑے اسٹور یا شاپنگ مال میں جو جاتا ہے تو یا تو ناشکری کرنے لگتا ہے یا حیثیت سے زیادہ خریداری کرتا ہے۔

اب جب باہر ملک کی چیزیں دیکھیں گے کہ وہاں سردی کے کپڑے وغیرہ اتنے اچھے ہیں تو فوراً یہاں سے کہا جاتا ہے کہ ہم آپ کو میسے بھیج رہے ہیں، آپ یہ کپڑے خرید کر کسی کے ساتھ یہاں بھجوادیں۔ دن بدن اتنے خرچے بڑھیں گے کہ مقرض ہو کر منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے۔ ایسے لوگوں کا پہیٹ کبھی نہیں بھرے گا، کیونکہ نہ موجودہ نعمت پر شکر ہوتا ہے، نہ قاعدت ہوتی ہے۔ دنیا میں اپنے سے کم والوں کو نہیں دیکھیں گے اور دین میں اپنے سے اوپر والوں کو نہیں دیکھیں گے، اللہ تعالیٰ سے کسی حالت میں راضی نہیں ہوں گے۔ ناشکری نے کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا۔ (بشكريہ ماہنامہ پینات کراچی)



سوانح حضرت حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مرتب: مولانا ذوالکفل صاحب

استاذ جامعہ دارالتقویٰ، لاہور

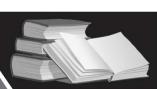
قسط نمبر: 28

مجد تبلیغ حضرت حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ساری زندگی جہد مسلسل سے عبارت ہے آپ نے اپنی حیات مستعار کی سات دہائیاں دین کی اشاعت اور تبلیغ کی محنت میں وقف کر دیں۔ حاجی صاحبؒ کی جدائی یقیناً ایک عظیم قوی و ملی سانحہ ہے اور یہ ایسا خلا ہے جو شاید کبھی پر نہ ہو سکے لیکن قدرت کے فیضوں کے آگے کون ٹھہر سکتا ہے، آخر سب کو جانتا ہے اور جانے والے کبھی واپس نہیں آتے، ہاں ان کی حسین یادیں ہمیشہ ہماری زندگی کا حصہ بن جاتی ہیں۔

ان کے انتقال کے بعد یہ بات شدت سے محسوس ہوئی کہ ان کی حقیقی احوال و واقعات مجتمع ہو جائیں تاکہ ان کی سیرت و کردار کے درخشن پہلوامت کے سامنے آسکیں اور ان کی زندگی کا مطالعہ کر کے لوگوں کو کبھی اپنی زندگی کا رخ معین کرنے میں مدد سکے۔ اسی مقصد کے پیش نظر جامعہ کے شعبہ نشر و اشاعت نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح حیات، دینی و تبلیغی خدمات، تفہیم ہند سے قبل اور بعد کے تبلیغی حالات و واقعات کو خوبصورت انداز میں یکجا کرنے کا بیڑہ اٹھایا اور مختصر عرصے میں تقریباً سات سو صفحات کی خصیم کتاب تیار ہو گئی جو محمد اللہ چپ کر منظر عام پر آچکی ہے جس کی طباعت اول ہاتھوں ہاتھ بک گئی ہے اب اس کی طباعت ثانی پر کام جاری ہے قارئین کے فائدے اور دلچسپی کے لئے اسے ماہنامے میں قسط و ارشاد کیا گیا ہے۔ امید ہے قارئین اسے پسند فرمائیں گے۔

حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تاجر برادری سے میل ملا پ

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تاجر برادری کو بہت اہمیت دیا کرتے تھے اور ان کے ذہن میں تاجر کی بہت اہمیت تھی۔ امتیاز غنی صاحب (غنی گلاس والے) کہتے ہیں کہ ہم کچھ تاجر حضرات حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ



کے پاس حاضر خدمت ہوئے تو ہم سے فرمانے لگے کہ بھائی تاجر کس کو کہتے ہیں.....؟ ہم نے کہا آپ ہی بتا دیں تو فرمانے لگے کہ تاجر اس کو کہتے ہیں جو نفع کو پہچانے۔ تاجر کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کو کام کرنے سے پہلے پتا چل جائے کہ اس میں مجھے کیا ملے گا۔ پھر خود ہی فرمانے لگے کہ سب سے بڑا تاجر کس کو کہتے ہیں.....؟ ہم اس پر بھی چپ رہے تو خود فرمایا کہ بڑا تاجر وہ ہے جو بڑے نفع کو پہچان لے اور ہم تمہیں بڑے نفع کی طرف بلارہے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی جب کبھی ہم تاجروں کی جماعت کے ساتھ حاضر خدمت ہوتے تو ہمیں اکثر یہ فرمایا کرتے کہ تم نکنے اور ناکارہ ہو تو میں اس تجارت کو کر رہے ہو جس کا نفع چھوٹا ہے۔

گوجرانوالہ کے ایک کاروباری شخص جن کا نام یوسف سیدھی استھا۔ ان کا حاجی صاحب سے بہت تعلق تھا۔ بہت نیک شخص تھے۔ علماء کرام سے بھی ان کا تعلق تھا۔ انہوں نے حاجی صاحب سے کہہ رکھا تھا کہ جب کبھی تجھے قرض کی ضرورت ہو تو مجھ سے لے لیا کر۔ حاجی صاحب فرماتے ہیں: ”مجھے جب بھی قرض کی ضرورت ہوتی ان سے لے لیتا تھا اور وہ فوراً دے بھی دیتے تھے۔“

حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک موقع پر وہ آئے کہنے لگے میں نے ایک نیا کاروبار شروع کیا ہے تو بھی اس میں شریک ہو جا۔ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں شریک نہیں ہوتا۔ اس پر وہ بولے بڑے بڑے علماء بھی شامل ہیں ہمارے اس کام میں۔ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں تو نہیں شامل ہوتا۔ وہ بولے اس میں کیا حرج ہے۔ اس کا منافع یہاں تبلیغ میں خرچ کرنا۔ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بولے تم کہتے ہو کیا حرج ہے۔ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے کہا کہ:

میرے پیارے یہ دو یقینوں کی لکھر ہے تم لوگ یہ سمجھتے ہو کہ ہم لوگ کام کریں گے اس سے پہلے کماں گے اور ان پیسوں سے دین کا کام کریں گے اور ہمارا یقین یہ ہے کہ ہم اللہ کے حکموں کو نبی کے طریقے پر پورا کریں گے اور برادر است اللہ سے تعلق جوڑ لیں گے اللہ خود ہی ہمارے سارے کام بنا گئے، کچھ عرصے کے بعد یوسف سیدھی صاحب آئے اور تین ہزار روپے دیے کہ وہ جو تو نے ہمارے ساتھ کاروبار کیا تھا یہ اس کا نفع ہے۔ (یوسف سیدھی صاحب سے حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام کا حصہ ڈال دیا تھا) حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا نہ میں نے کوئی کاروبار کیا اور نہ کوئی نفع۔ اس لیے رقم لینے سے انکار کر دیا۔ حالانکہ اس وقت مرکز کی ضرورت بھی تھی اور اس وقت کے تین ہزار معمولی رقم نہیں تھی۔ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے حد درجے کا استغنا عطا فرمرا کر رکھا تھا۔ دیکھنے والے کو یوں لگتا تھا کہ جیسے خالق کائنات نے مال کی طمع کو ان کی ذات سے ختم کر دیا ہو۔ حالانکہ مرکز کا اتنا بڑا نظام خود حاجی صاحب



کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ چلاتے تھے لیکن جس درجے کا استغناء اللہ نے ان کو عطا کر کھاتھا ویسا کم ہی دیکھنے میں آیا یہی وجہ تھی کہ جب لوگ ان کے پاس آتے تو ان کی کیفیت کچھ اور ہوتی اور جب ان کے پاس سے جاتے تو ان کی کیفیت کچھ اور ہوتی۔

اس پر مزید یہ کہ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے استغناء کے ساتھ ساتھ مردم شناسی بھی عطا کر رکھی تھی جس طرح ایک کاروباری مزارج کا آدمی ہوتا ہے وہ آنے والے کو دیکھ کر پہچان لیتا ہے کہ یہ فلاں شخص میرے ساتھ سودا کرے گا کہ نہیں اسی طرح حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اندر یہ صلاحیت بہت زیادہ تھی۔

شانِ بے نیازی

حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کسی سے متاثر نہیں ہوتے تھے اور جب بھی کوئی آکر مخلوق سے ہونے کی بات کرتا تو اس کو ڈانٹ دیتے۔ کبھی کبھی فرماتے کہ سب لوگ مخلوق سے فائدہ اٹھانے میں لگے ہوئے ہیں کوئی آکر کہتا کہ فلاں شخص کی بڑی فیکٹری ہے یا بڑی گاڑی ہے تو فرماتے کہ تم لوگوں پر دنیا کی بڑائی چھائی ہوئی ہے۔

ایک دفعہ میاں نواز شریف کے والد میاں شریف صاحب مرحوم آئے تو بلا جھجک ان سے فرمایا کہ خود بھی ننگے سر ہوا اور بیٹوں (نواز شریف، شہپار شریف، عباس شریف ساتھ تھے) کو بھی ننگے سر رکھا ہوا ہے۔

اسی طرح دنیا کے اعتبار سے بہت سے لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کبھی کسی سے متاثر نہیں ہوئے۔ دنیا والے مختلف شکلوں میں بھاری نذرانے لے کر حاضر خدمت ہوتے لیکن حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی ان کی طرف التفات نہیں فرمایا۔ کسی کی چیزوں کو نہ لے کیجھ شراط تھیں: سب سے پہلے پوچھتے تین چلے کب لگے۔ اگر تین چلنے لگے ہوں تو اس کی بات ہی نہ سنی جاتی۔ پھر جب سے تین چلے لگے، میں اسی وقت سے اب تک معمولات کی پابندی ہے۔ اگر اس پر بھی پورا اتر گیا تو بنک سے سو در فرض لے کر کاروبار تو نہیں کیا تھا۔ اگر اس پر پورا اتر جائے تو فرماتے اپنے علاقے میں ضرورت مندوں کو تلاش کر کے ان پر خرچ کرو اور جو اللہ کے راستے میں تمہارے علاقے کے لوگ نکلے ہیں ان پر خرچ کرو۔ یہ میں یہاں دے کر کیا کرو گے۔ جو بہت ہی زیادہ اصرار کرتا اور یچھے پڑا رہتا۔ بشرطیکہ ساری چیزیں پوری ہوتیں تو قبول فرمائیتے۔ لیکن رقم کو خود ہاتھ نہیں لگاتے تھے۔

مولانا احسان صاحب کی زبانی حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی فکر و کڑھن

حضرت مولانا طارق جمیل صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ بارہا ایسا دیکھنے میں آیا کہ حاجی



صاحب رحمۃ اللہ علیہ لقمه سالمن میں ڈیو کر منہ تک لائے اور دعوت کی بات شروع کر دی تو لقہمہ ہاتھ میں پونا پونا گھنٹہ رہ جاتا۔ خادم دس دس مرتبہ سالن اٹھا کر لے جاتا، گرم کرم کے لا کے رکھتا وہ پھر ٹھنڈا ہو جاتا، وہ پھر گرم کر کے لا کے رکھتا وہ پھر ٹھنڈا ہو جاتا۔ لقہمہ اسی طرح حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں رہتا اور دعوت کی بات چل رہی ہوتی۔ تو پھر مشورہ یہ ہوا کہ جب حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کھانا کھایا کریں تو ان کے پاس کوئی نہیں ہونا چاہیے تاکہ وہ تسلی سے کھانا کھایا کریں ورنہ وہ کھانا ہی نہیں کھا سکتے تھے۔

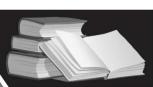
چنانچہ حضرت مولانا محمد احسان الحق صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ:

”تمہیں کیا احساس کہ فکر و کڑھن کے کہتے ہیں؟ فکر سیکھن ہے تو محترم حاجی صاحب سے سیکھو! بندہ ناشتے لے کر حاضر ہوا، اس وقت مہماںوں سے ملاقات کا وقت بکشکل نکالا جاتا ہے، حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لقہمہ توڑا اور منہ کی جانب لے جانے لگے کہ اتنے میں مہماں آگئے، ان سے دعوت کی بات شروع کر دی، ان کو ہدایات و نصائح سے رخصت کیا، لقہمہ منہ کے قریب تھا کہ اور مہماں آگئے، ان سے دعوت کی بات شروع فرمادی، حتیٰ کہ یہ سلسلہ چلتا رہا، مہماںوں کی آمد و رفت میں دعوتی فکر غالب رہی، تقریباً یا لیس منٹ بعد حاجی صاحب نے وہ لقہمہ منہ میں رکھا۔“

یہ فرماتے ہوئے استاذ محترم حضرت مولانا محمد احسان الحق صاحب دامت برکاتہم کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ (جاری ہے)



ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”یہاں صاحب قرآن سے مراد حافظ قرآن ہے۔“
طبرانی اور بنیہقی میں مذکور ہے کہ ”میری امت کے شرفاء اور باعزت لوگ حفاظ قرآن اور تجدید گزار ہیں۔“ مسند الفردوس میں مذکور ہے: ”صاحب قرآن اسلام کا جھنڈا اٹھانے والا (سر بلند) کرنے والا ہے۔ جس نے اس کی تعظیم کی اس نے اللہ کی تعظیم کی اور جس نے اس کی تو ہیں کی اس پر اللہ کی لعنت ہے۔“



تبصرہ کتب

نام کتاب: حدايا الدارى فى دروس صحیح البخارى

مطبوعہ: زمزم پبلیشرز کراچی

صفحات: 524

افادات: حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب عظیمی (جنوبی افریقہ)

تبصرہ نگار: مولانا ذوالکفل صاحب

اللہ کریم کی نازل کردہ کتاب ”قرآن مجید“ کے بعد سب سے زیادہ مستند کتاب ”صحیح البخاری“ سمجھی جاتی ہے جس کی اہمیت اور ضرورت کئی صد یاں گزر جانے کے بعد بھی جوں کی توں برقرار ہے۔ بہت سے علماء ربانیین نے اس کی شروحات لکھ کر طالبین حدیث کو فائدہ بہم پہنچایا ہے۔ یہ کتاب بھی اسی مبارک سلسلے کی ایک خوبصورت کڑی ہے۔

حضرت مولانا فضل الرحمن عظیمی شیخ الحدیث دارالعلوم آزاد اول، جنوبی افریقہ کی شخصیت طلبہ مدارس کے لیے کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے آپ کی تدریسی خدمات کا عرصہ 50 سال سے بھی متواز ہے، تقریباً 17 سال ہندوستان میں اور 35 سال جنوبی افریقہ میں آپ نے دینی علوم کے طلبہ کو اپنے علم سے فیضیاب کیا ہے، یہ مجموعہ دراصل حضرت کے دروس کا ہے جو ایک عرصے تک صوتی شکل میں طلبہ کی سیرابی کا باعث بنارہ بعد ازاں مولانا محمد بن اسماعیل بھیکا صاحب اور صاحبزادہ حضرت مولانا عقیق الرحمن عظیمی صاحب نے اسے قرطاس کی زینت بنانے کا بیڑہ اٹھایا۔

فی الحال شروع کی ایک جلد تیار ہو کر منظر عام پر آئی گئی ہے جس میں مقدمہ البخاری، حضرت مولانا قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مضمون، علماء دیوبند کا دینی رخ اور مسلکی

مزاج،^۱ اور اصل کتاب سے پہلے بہت سے اہم مبادی جو خود اپنی اہمیت کی بدولت ایک الگ کتاب کے مقاضی ہیں شامل ہیں۔

سب سے زیادہ منفرد چیز جو فقط اس کتاب کا خاصہ ہے وہ یہ ہے کہ صاحب کتاب نے شراح حدیث مثلاً علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کی تحقیقات کے ساتھ ساتھ علماء دیوبند حضرت گنگوہی^۲، علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیقات کو بھی بطور خاص ذکر کیا ہے۔

اس جلد کے اندر مبادی کی شکل میں جن مفید ابحاث کو شامل کیا گیا ہے وہ ہر حدیث کے طالب علم کے لیے بالخصوص درس نظامی میں دورہ حدیث کے طلبہ کے لیے واقعتاً پڑھنے کی چیز ہے جسے دین نظر سے پڑھنے کے بعد کافی عقدے کشا ہوتے نظر آتے ہیں اور ذہن کو متنوع علمی جہات کی طرف رہنمائی ملتی ہے۔ کتاب کی طباعت مناسب ہے خمامت کے اعتبار سے صفحہ بھی مناسب لگایا گیا ہے۔



نام کتاب: آسان اصول فقہ

مطبوعہ: زمزم پبلشرز کراچی

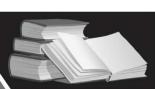
صفحات: 100

مولف: مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب

تبصرہ نگار: مولانا ذوالفکل صاحب

اسلامی علوم و فنون میں اصول فقہ کے فن کو جو اہمیت حاصل ہے وہ کسی سے تخفی نہیں ہے اور علوم

شرعیہ میں اصول فقہ کا موضوع نہایت اہم بھی ہے اور کسی قدر پیچیدہ بھی۔



اس فن پر متعدد کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے بھی اصول فقہ کے مغلق اور پیچیدہ اصول و قواعد کو آسان اور عام فہم انداز میں ذکر کے ابتدائی طلبہ و طالبات کے لیے اس کا سمجھنا آسان کر دیا ہے، اس سلسلے میں مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے کتابچہ ”آسان اصول فقہ“، ”منظر عام پر آیا جسے بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی اور ہندو پاک کے مدارس میں اسے شامل نصاب بھی کر لیا گیا۔

پھر جن مدرسین نے یہ کتابچہ پڑھایا ان میں سے کچھ اہل ذوق حضرات کے متوجہ کرنے پر صاحب کتاب نے کچھ تراجم و اضافہ کر کے دوبارہ اس کتابچے کو طلبہ کی خدمت میں پیش کیا ہے اور ایک بہترین کام یہ کیا گیا ہے کہ قدیم نصابی کتابوں میں مذکور مثالوں کے ساتھ ساتھ عصر حاضر کے فقہی مسائل سے بھی بعض مثالوں کا اضافہ کر دیا گیا ہے تاکہ طلبہ ان اصول و قواعد کو صرف نظری نہ سمجھیں بلکہ یہ بھی جان لیں کہ یہ اصول و قواعد موجودہ دور سے بھی مربوط ہیں۔

خوبصورت اور دیدہ زیب طباعت سے کتاب کومزین کیا گیا ہے جس پر زمزم پبلشر واقعی داد کا مستحق ہے۔



حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے سرورِ کوئین کا ارشاد نقل کیا ہے کہ: ”(قیامت کے دن) صاحب قرآن سے کہا جائے گا کہ قرآن شریف پڑھتا جا اور جنت کے درجوں پر چڑھتا جا، اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسا کہ تو دنیا میں پڑھا کرتا تھا۔ بس! تیرا آخری درجہ و مرتبہ وہی ہے جہاں آخری آیت پر تو پہنچے۔“ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: ”جو لوگ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر یعنی مسجد میں کتاب اللہ کی تلاوت اور باہم اس کے سیکھنے کے لیے جمع ہوتے ہیں تو ان پر خصوصی تسکین اترتی ہے، رحمت الہی انہیں ڈھانپ لیتی ہے، فرشتے انہیں گھرے میں لے لیتے ہیں اور اللہ جل شانہ اپنے مقرب فرشتوں میں ان کا تذکرہ فرماتے ہیں۔“ (صحیح مسلم)

آپ کے مسائل اور ان کا حل

دارالافتاء وتحقیق

مرد اور عورت کے لباس پہننے کا مسنون طریقہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع درج ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ مرد اور عورت کے لباس پہننے میں ترتیب کے حوالے سے کوئی مسنون طریقہ ہے؟ جیسے پہلے شلوار پہنی چاہیے پھر قمیص۔ نیز عورت کے حوالے سے بھی ایسی کوئی مسنون ترتیب ہے؟ حدیث یا فقہی عبارات سے مدل جواب عنایت فرمائیں۔

جواب: لباس پہننے وقت مسنون اعمال دو ہیں (۱) دائنیں طرف سے ابتداء کرنا (مثلاً قمیص کا دایاں بازو پہلے پہننا یا شلوار کا دایاں پانچا پہلے پہننا) (۲) قمیص کوشلوار سے پہلے پہننا لیکن یہ جب ہے جب قمیص ایسی ہو کہ اس کے پہننے سے ستر چھپ جائے ورنہ شلوار کو پہلے پہننا جائے کیونکہ اصل مقصد ستر کو جلدی چھپانا ہے۔ نیز یہی ترتیب عورت کے لیے بھی ہے۔

ترمذی (رقم الحدیث: 1766) میں ہے: عن ابی هریرۃ رضی اللہ عنہ کان رسول اللہ ﷺ اذا لبس قمیصا بدأ بیام منه

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کرتے پہننے وقت دائنیں جانب سے ابتداء فرماتے تھے۔ طبرانی: (رقم الحدیث: 843) 336/22

عن ابی رهم قال: قال رسول ﷺ وان من لبسة



الأنبياء القيص قبل السراويل

ترجمہ: حضرت ابوہم بن الشعیب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کے لباس پہننے کے طریقوں میں سے یہ ہے کہ قمیص کو پاجامہ (شلوار) سے پہلے پہنا جائے۔ اس کی وجہ جامع صغیر کی شرح میں یہ لکھی ہے کہ قمیص (جور عربوں کے ہاں رانچ تھا) وہ کل بدن کو ڈھانپ لیتا ہے۔

چنانچہ التنویر شرح الجامع الصغیر: (قم الحدیث: 2456)(4/117) میں ہے:

وَانْ مِنْ لِبْسَةِ الْأَنْبِيَاءِ بِكُسرِ الْلَّامِ قِيلَ وَيَضْمُدُ الْقَمِيصَ قَبْلَ السَّرَّاويلِ) ای لبسہ قبلہا لانہ ستر کل البدن فیحتمل ان المراد ای یلبسو نہ او لاثم السراويل فقط واللہ تعالیٰ علیم

حفظ کرنے والی طالبہ ایام حیض میں قرآن کو کیسے یاد رکھے

سوال: حفظ کرنے والی طالبات مخصوص ایام کے دوران قرآن پاک کی تلاوت کر سکتی ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں کرتیں تو بھولنے کا قوی اندریشہ ہوتا ہے۔

جواب: حفظ کرنے والی طالبات مخصوص ایام کے دوران قرآن پاک کی تلاوت نہیں کر سکتیں۔

یاد رکھنے کے لیے دیکھ کر دل میں دھرانا کافی ہے اور یاد کرنے کے لیے تلاوت سنی جا سکتی ہے۔

مسائل بہشتی زیر جلد نمبر 1 صفحہ 113 میں ہے:

مسئلہ: لڑکی حفظ کرہی ہوا اور اس دوران اس کو حیض آنا شروع ہو جائے تو حیض کے دنوں میں قرآن پاک نہ پڑھے پڑھا ہوا یاد رکھنے کے لیے دو طریقہ ہو سکتے ہیں:

۱۔ کپڑے وغیرہ سے قرآن پاک کھول کر بیٹھے اور قلم وغیرہ کسی چیز سے ورق پلٹائے اور قرآن پاک میں دیکھ کر دل میں پڑھے، زبان نہ ہلائے۔

۲۔ کوئی تلاوت کر رہا ہوا کے پاس بیٹھ جائے اور سنتی رہے، سنتے سے بھی یاد ہو جاتا ہے۔

(فتاویٰ نمبر: 15/114)

اذان کے بعد حیض آنے کی صورت میں نماز کا حکم

سوال: مفتی صاحب، اگر اذان کے بعد کسی عورت کو حیض آجائے تو کیا اس وقت کی نماز کو پاک ہونے کے بعد قضا کرے گی؟

جواب: اذان کے بعد اگر کسی عورت کو حیض آجائے تو اس نماز کی قضا اس پر لازم نہیں ہے۔

نامحرم عورت کو سلام کرنا، بھابھی کو سلام کرنا

سوال: کسی نامحرم عورت کو سلام کرنے کا کیا حکم ہے؟ اگر نندوئی اپنی بیوی کی بھابھی کو سلام کرے اور بھابھی پر دے میں ہوا اور سلام کا جواب دے تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب: مذکورہ صورت میں نندوئی سلام کر سکتا ہے اور بھابھی سلام کا جواب بھی دے سکتی ہے کیونکہ غیر محرم کو سلام کرنا یا غیر محرم کو اوپنجی آواز سے جواب دینا اس صورت میں منوع ہے جب سلام کی کوئی معقول وجہ نہ ہو بلکہ محض سلام برائے سلام ہو۔ جبکہ یہاں ایک معقول وجہ (رشته داری) موجود ہے۔

یاد رہے کہ غیر محرم سے ضرورت سے زائد گفتگو فتنے کا باعث ہو سکتی ہے اس لیے اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔ (فتاویٰ نمبر: 15/118)

میڈیا پر لڑکیوں کی ویڈیو یوز چلانا

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک کمپنی اپنے کپڑے کی مارکیٹنگ اور مشہوری کے لیے ملک کی مشہور ماڈلز لڑکیوں کی ویڈیو یوز سوشل میڈیا پرفیس بک وغیرہ پر اورٹی وی پر چلا سکتے ہیں، بے پرده خواتین کی تصویریں اور ویڈیو یوز کا استعمال کیا جائز ہوگا؟ کیا یہ صحیح ہے کہ ان ماڈلز کو صرف خواتین، ہی دیکھتی ہے اس لیے جائز ہے، مدل جواب دیکر مشکور فرمائیں،

جواب: عورت کا جسم سوائے ہتھیلوں اور پاؤں کے غیر محرم سے پر دے کی چیز ہے، چنانچہ اس کی کلائیاں، سر کے بال اور پچھہ پر دے کی چیز ہے۔ جو حکم اصل جسم کا ہے نظر کی حرمت کے حق میں وہی حکم تصویر کا ہے، اس لیے ماڈلز لڑکیوں کی ویڈیو یوز کو سوشل میڈیا اور فیس بک پر مارکیٹنگ کی غرض

سے چلانا جائز نہیں۔ یہ بات بھی واقع کے خلاف ہے کہ ان تصاویر یا ویڈیو کو صرف خواتین دیکھتی ہیں خصوصاً جبکہ ویڈیو ڈی وی پر چلائی ہو۔ (فتوى نمبر: 40/8/21)

ڈاڑھی کی حد شارع نے خود مقرر کی ہے یا اجتہادی ہے؟

سوال: ڈاڑھی کی مقدار کے حد تین پر ”ترجمان“ میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے مجھے تشویش ہے۔ کیونکہ بڑے بڑے علماء کا متفقہ فتویٰ اس پر موجود ہے کہ ڈاڑھی ایک مشت لمبی ہونی چاہیے اور اس سے کم ڈاڑھی رکھنے والا فاسق ہے۔ آپ آخر کم دلائل کی بنا پر اس اجماعی فتوے کو رد کرتے ہیں؟ اور جواب: یہ تو انہیں علماء سے پوچھنا چاہیے کہ ان کے پاس مقدار کی تعین کے لیے کیا دلیل ہے؟ اور خصوصاً فسق کی وہ آخر کیا تعریف کرتے ہیں جس کی بنا پر ان کی تعین کردہ مقدار سے کم ڈاڑھی رکھنے والے پر فاسق کا اطلاق ہو سکتا ہے؟

مجھے سخت افسوس ہے کہ بڑے بڑے علماء خود حدود شرعیہ کو نہیں سمجھتے اور ایسے فتویٰ دیتے ہیں جو صریحاً حدود شرعیہ سے متجاوز ہیں۔ ڈاڑھی کے متعلق شارع نے کوئی حد مقرر نہیں کی ہے علماء نے جو حد مقرر کرنے کی کوشش کی ہے وہ بہر حال ایک استنباطی چیز ہے اور کوئی استنباط کیا ہوا حکم وہ حیثیت حاصل نہیں کر سکتا جو نص کی ہوتی ہے۔ کسی شخص کو اگر فاسق کہا جاسکتا ہے تو صرف حکم منصوص کی خلاف ورزی پر کہا جا سکتا ہے، حکم مستنبط کی خلاف ورزی (چاہے استنباط کیسے ہی بڑے علماء کا ہو) فسق کی تعریف میں نہیں آتی ورنہ اسے فسق قرار دینے کے دوسرے معنی یہ ہوں گے کہ استنباط کرنے والوں کی بھی شریعت میں وہی حیثیت ہے جو خود شارع کی ہے۔ (تحریر سید ابوالاعلیٰ مودودی)

حضرت مفتی صاحب مندرجہ بالا سوال کے جواب پر آپ کی رہنمائی درکار ہے مرحت فرمائیں
جواب: ڈاڑھی کی حد علماء نے اپنے استنباط سے مقرر نہیں کی بلکہ یہ حد خود شارع کی جانب سے مقرر ہے البتہ اس کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ شارع کی جانب سے ڈاڑھی بڑھانے یا ڈاڑھی کو معاف رکھنے (یعنی نہ کاٹنے) کا حکم متعدد احادیث میں موجود ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے:



عن ابن عمر رضي الله عنهمما قال قال رسول الله صلى الله عليه وآلہ وصحبہ وسلم خالفو المشرکین وفروا اللھی واحفووا الشوارب۔ (بخاری رقم الحدیث: 5892)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مشرکوں کی مخالفت کرو اور داڑھیاں بڑھاو مونچیں کٹاؤ۔

عن عائشة قالت قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم «عشر من الفطرة
قص الشارب واعفاء اللعيبة...» (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 627)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دس چیزیں فطرت میں داخل ہیں ان میں مونچپھوں کو کٹانا اور داڑھی کو بڑھانا۔
اور جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح حکم کی خلاف ورزی کرے اس کے لیے مندرجہ ذیل وعیدیں ہیں۔ قرآن پاک میں ہے:

وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَلَّ حُدُودًا يُدْخِلُهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ
مُّهِينٌ۔ [النساء: 14]

ترجمہ: اور جو کوئی نافرمانی کرے اللہ کی اور اس کے رسول کی اور نکل جائے اس کی حدود سے، ڈالے گا اس کو آگ میں ہمیشہ رہے گا اس میں اور اس کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔

وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا۔ [الأحزاب: 36]

ترجمہ: اور جس نے نافرمانی کی اللہ کی اور اس کے رسول کی سو وہ را بھولا صریح چوک کر۔

وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فِي أَنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا۔ [آل عمران: 23]

ترجمہ: اور جو کوئی حکم نہ مانے اللہ کا اور اس کے رسول کا سو اس کے لیے آگ ہے دوزخ کی رہا کریں اس میں ہمیشہ۔

ان دو باتوں کا تقاضا تو یہ تھا کہ جو شخص ایک مشت (مٹھی) سے زائد داڑھی کو بھی کاٹے تو وہ بھی فاسق ہو لیکن چونکہ ترمذی شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی داڑھی کے طول

(لمبائی) عرض (چڑائی) سے کچھ بال کاٹ لیا کرتے تھے۔ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بخاری شریف میں یہ معمول منقول ہے کہ وہ حج یا عمرہ سے فراغت پر ایک مشت سے زائد داڑھی کے بالوں کو کاٹ لیا کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا داڑھی بڑھانے کا حکم ایک مشت تک ہے۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ تمذی شریف کی روایت ضعیف ہے اور وہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے عمل کو جھٹ نہ مانے تو اس کا نتیجہ یہ تو ہو سکتا ہے کہ داڑھی کو بالکل بھی کاٹنے کی گنجائش نہ ہو لیکن ایک مشت سے زائد کا ٹناؤ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی صریح خلاف ورزی ہے۔

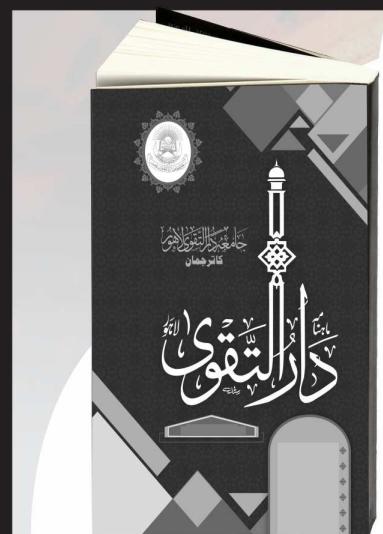
اور اگر تھوڑی دیر کے لیے یہ مان بھی لیا جائے کہ داڑھی کی حد استنباطی ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جو شخص اس حد سے داڑھی کو کم کرے وہ فاسق نہ ہو کیونکہ استنباطی مسئلے بھی دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جن میں انہمہ مجتہدین کا اختلاف ہو، ایسے مسائل میں اگر کوئی ایک امام کی تقلید کر کے دوسرے امام کے مسائل میں عمل نہیں کرتا تو فاسق نہیں ہوتا۔ دوسرے وہ مسائل جو استنباطی ہونے کے باوجود متفق علیہ اور اجتماعی ہیں۔ داڑھی کی مقدار کا مسئلہ بھی متفق علیہ اور امت مسلمہ کا اجتماعی مسئلہ ہے۔ اور اجتماعی مسئلہ پر عمل نہ کرنے والا بھی فاسق ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

وَيَتَّبِعُ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُؤْلِهِ مَا تَوَلَّهُ وَنُصِّلُهُ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا.

[النساء: 115]

ترجمہ: اور چلے سب مسلمانوں کے راستہ کے خلاف تو ہم حوالہ کریں گے اس کو وہی طرف جو اس نے اختیار کی اور ڈالیں گے ہم اس کو دوزخ میں اور وہ بہت بری جگہ پہنچا۔
لہذا جو شخص اپنی داڑھی ایک مشت سے کم کرے گا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی نافرمانی کرنے والا اور اجماع کا مخالف ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی نافرمانی کرنے والے اور اجماع کے مخالف کے فاسق ہونے میں کیا تردد ہے کیونکہ فتن خروج عن الاستقامة (راہ حق سے ہٹنے) کو کہتے ہیں اور راہ حق وہی ہے 15/278 (فتی نمبر: جس کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم





بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
جَلَّ جَلَّ عَلَيْهِ الْكَبُورُ
کاترجمان

محل اشاعت 8 سال



علمی، دینی و اصلاحی مجلہ
ہر فرد ہر گھر اور ہر طبقے کے لیے خدمتی مفید

آج ہی رسالہ لگوائیں

- ❖ اس لیے کہ یہ رسالہ آپ کی دینی رہنمائی کرنے پا نظر سمجھتا ہے
- ❖ اس لیے کہ یہ رسالہ ہم موضوع پر انوکھے، اچھوتے مضامین منتخب کرتا ہے
- ❖ اس لیے کہ یہ رسالہ صرف معلومات فرمادہ نہیں کرتا بلکہ تمیری مواد فرمادہ کرتا ہے
- ❖ اس لیے کہ یہ رسالہ ہمارے معماں اور معاشرتی مسائل کے حقیقی حل کی شاندیہ کرتا ہے
- ❖ اس لیے کہ یہ رسالہ ناصر آپ کی بلکہ آپ کی فیضی کی ضرورت ہے
- ❖ اس لیے کہ یہ رسالہ پچوں کی تربیت، انسانیہ کی ثڑپنگ اور بڑوں کے رویوں کی درست رہنمائی کرتا ہے
- ❖ اس لیے کہ یہ رسالہ آپ کے شرعی مسائل کا حل پیش کرتا ہے

سلام بکن جادی ہے
گھر بیٹھ رہا حاصل کرنے کے لئے اپنی اپلڈ کریں
سالانہ 600 روپے
MIB BANK
بکن اکاؤنٹ نمبر
1591001820660001
نائن اکاؤنٹ
دارالتفوی مرسٹ
بنک سمن پیپلز ٹائم کرر سیڈ دیے گئے نمبر پر وائس ایپ کریں

کاروبار کی تشهیر بھی اور جامعہ کے ساتھ تعاون بھی

آپ اس رسالے میں پہنچ کاروبار کا تاشیجی مواد بھی سے سکتے ہیں
اس کے ساتھ ساتھ اعلیٰ کام کی ترویج و اشتافت میں معاون بھی بن سکتے ہیں
اور رسالے خرید کر پہنچ دوست احباب تک پہنچ سکتے ہیں

For order & info
0092-304-4167581

+92-3-222-333-224 www.darultaqwa.org [f](#) [t](#) [y](#) /jamiadarultaqwa

Mufti Online +92-300-4113082 ifta4u@yahoo.com





جامعة دارالتفوی

کے زیر اہتمام

تقریب نتائج تقسیم انعامات

برائے ششماہی امتحان

بنین و بنات

بوقت صبح ساڑھے نوبجے تا ساڑھے بارہ

بتاریخ 11 دسمبر 2022 برروز اتوار

بمقام

جامعة دارالتفوی

نیو چوبر جی پارک، لاہور




بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
جَامِعُ الدَّارِ الرَّاقِویٰ
فَضْلًا عَکرَامٍ
کے لیے
سالانہ اجتماع تربیتی
2022ء 1444ھ

بِتَارِیخ 4 دسمبر 2022ء بروز اتوار

بوقت دن 11 اتات 8 بج

- ◀ ہم عصر تھیوں سے مفید ملافات
- ◀ عصر حاضر کے در پیش مسائل میں راہ عمل کی حبانب پیش رفت
- ◀ مادرِ علمی سے تجدید تعلق، استاذہ کرام کی زیارت اور ان سے استفادہ
- ◀ اپنی دینی مصالحیتوں اور اسقداد کو ہمت تازہ بخشنے کے لیے

تمام فضلاء کرام کو فردا فندر داؤت نامے ارسال کیے جبارے ہیں
مسزید اس اشتہار کو بھی دعوت نامہ ہی سمجھیں اور بروقت تشریف لائیں

بِمَقَامِ جَامِعِ الدَّارِ الرَّاقِویٰ

نیو چور جی پارک، لاہور

برائے رابطہ: منتظم قدماء اجتماع

0321-8894994



+92-3-222-333-224



www.darultaqwa.org



/jamiadarultaqwa



Mufti Online



+92-300-4113082



ifta4u@yahoo.com

